ماہنامہ المرشد لاہور

اپریل
2003

الله
رسول
محمد

قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

نُورِ خدا ہے کُفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھُونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

ماہنامہ المُرشد چکوال

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

اپریل 2003ء / صفر ۱۴۲۴ھ

جلد نمبر 24 ✱ شمارہ نمبر 9

مدیر ——— چودھری محمد اسلم

مجلس ادارت

اعجاز احمد اعجاز ✱ سرفراز حسین

سرکولیشن مینیجر: رانا جاوید احمد

کمپوزنگ و ڈیزائننگ لے آؤٹ

عبدالحمید، رانا شوکت حیات، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 25 روپے

LRL # 41

اس شمارے میں

1- ''...... یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا'' (اداریہ) محمد اسلم		2
2- انٹرویو امیر محمد اکرم اعوان	محمد اسلم	3
3- دماغی کیفیات کا علاج	امیر محمد اکرم اعوان	4
4- گردشِ دوراں	امیر محمد اکرم اعوان	7
5- لسان الشیخ	ابوالاحمدین	20
6- فلسفہ قربانی	امیر محمد اکرم اعوان	25
7- باتیں اُن کی خوشبو خوشبو	مولانا اللہ یار خاں	31
8- حج	آسیہ اعوان	33
9- بارگاہِ نبویؐ کے آداب	امیر محمد اکرم اعوان	36
10- صحبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم	امیر محمد اکرم اعوان	47
11- کثرتِ ذکر	امیر محمد اکرم اعوان	55
12- من الظلمٰتِ الی النور	محمد اسلام بٹ	59
13- کلامِ شیخ	سیماب اویسی	61
14- سالکین کے نام کھلا خط	حمید اللہ	62
15- ہوئے خالی دامن	عبدالرزاق اویسی	64

بدل اشتراک	سالانہ
پاکستان	250 روپے
بھارت، سری لنکا، بنگلہ دیش	700 روپے
مشرق وسطی کے ممالک	100 ریال
برطانیہ - یورپ	30 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	50 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	50 امریکن ڈالر

ناشر - پروفیسر عبدالرزاق

انتخاب جدید پریس — لاہور 042-6314365

رابطہ آفس = ماہنامہ المُرشد اے۔ٹی۔ایم۔بلڈنگ پل کوریاں سمندری روڈ فیصل آباد۔فون 041-668819

Web Site : www.alikhwan.org.pk

E.Mail : info@alikhwan.org.pk

سرکولیشن آفس = ماہنامہ المُرشد اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔فون 042-5182727

اداریہ

''یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا''

اور پھر وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔ امریکہ اور اس کی اتحادی جدید ترین ٹیکنالوجی اور تباہ کن ہتھیاروں سے لیس ہو کر عراق پر ٹوٹ پڑے۔ بغداد پر ہر روز آگ برسائی جا رہی ہے۔ عراق میں فوجی تنصیبات کے ساتھ ساتھ شہری آبادی کو بھی نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ جس سے عورتیں، بچے، بوڑھے اور نہتے بھی شہید ہو رہے ہیں۔ ادھر عراقی فوج ڈٹ کر حملہ آوروں کا مقابلہ کر رہی ہے۔ طاقت اور وسائل میں نسبتاً کم ہونے کے باوجود بھی وہ دشمن کو مسلسل پریشان کر رہے ہیں۔

امریکہ کا خیال تھا کہ وہ عراق کو خوف زدہ کر کے چند دنوں میں اس پر قبضہ کر لے گا۔ مگر عراقی حکومت کی بہتر حکمت عملی اور گوریلا جنگ کی وجہ سے امریکہ اور اس کے اتحادی ابھی تک کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل نہیں کر سکے۔ آگ اور بارود کی شدید بارش نے عراقی فوج اور عوام کا مورال ڈاؤن نہیں ہونے دیا۔ مارکیٹیں کھلی رہتی ہیں اور لوگ بازاروں میں کھلے عام خریداری کرتے ہیں۔ تجارتی سرگرمیاں جاری ہیں اور تمام کاروبار معمول کے مطابق ہو رہے ہیں۔ انسانی تاریخ میں پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ جنگ کے دوران رات کے وقت بلیک آؤٹ نہیں کیا جا رہا۔ آخر کس چیز نے انہیں بے خوف کر دیا ہے، وہ کیونکر موت کو گلے لگانا چاہتے ہیں۔ اس کے پیچھے ایک ہی جذبہ کارفرما ہے اور وہ ہے جذبہ شہادت۔ عراقی عوام اسی جذبہ شہادت کے تحت دشمن کا مقابلہ کر رہے ہیں۔

دوسری طرف حملہ آور طاقت میں برتری رکھنے کے باوجود بھی سہما سہما اور پریشان دکھائی دے رہا ہے۔ امریکہ اور اتحادیوں کے فوجی جدید ترین ٹیکنالوجی سے لیس جنگی طیاروں اور ٹینکوں میں بھی خود کو غیر محفوظ سمجھ رہے ہیں۔ یوں عراق میں ایک طرف ''ٹیکنالوجی'' اور دوسری طرف ''جذبے'' کی جنگ لڑی جا رہی ہے۔ اس جنگ نے مسلم دنیا کو اپنے دشمن کی اچھی طرح سے پہچان کرا دی ہے اور پوری دنیا کے مسلمانوں میں بیداری کی لہر پیدا ہو گئی ہے۔ امریکہ اور اس کے اتحادی طاقت کے بل بوتے پر کسی ملک پر حملہ کر کے اس کے وسائل، قدرتی ذخائر اور معدنیات پر تو قبضہ کر سکتے ہیں مگر وہاں کے عوام کی روح پر قابض نہیں ہو سکتے۔

امریکہ کی یہ خواہش کہ دنیا بھر میں اس کی حکمرانی ہو اور اس کی ثقافت اور رہن سہن مسلمانوں کے کلچر پر غالب آ جائے۔ انشاء اللہ یہ ممکن نہیں ہو گا کیونکہ مسلم دنیا بیدار ہو چکی ہے اور اب کوئی تیز تر آندھی بھی امت مسلمہ کے اس چراغ کو نہیں بجھا سکے گی۔

امیر محمد اکرم اعوان سے تازہ ترین انٹرویو

یہ انٹرویو
26مارچ 2003ء
کو لیا گیا

عراق کی جنگ اور بدلتے ہوئے عالمی تناظر میں امیر تنظیم الاخوان کی ماہنامہ ''المرشد'' کے مدیر سے خصوصی بات چیت / رپورٹ:۔ محمد اسلم

تنظیم الاخوان کے امیر محمد اکرام اعوان نے کہا ہے کہ اگر عراق میں جنگ طویل ہوئی تو برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر اور امریکی صدر بش کا اقتدار اس خطرے میں پڑ جائے گا اور ان دونوں ملکوں کے نئے آنے والے حکمران عراق کے مسئلہ کا کوئی پر امن حل نکال لیں گے ان خیالات کا اظہار انہوں نے ماہنامہ ''المرشد'' کے مدیر کو خصوصی انٹرویو دیتے ہوئے کیا۔ امیر محمد اکرم اعوان نے کہا کہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کیلئے بغداد پر قبضہ کرنا اتنا آسان نہیں ہوگا اگر خدانخواستہ وہ بغداد پر قبضہ بھی کر لیں تو وہاں پر کابل کی تاریخ دہرائی جائے گی۔ یا پھر ایک اور فلسطین بن جائے گا۔ جہاں پر لوگ مرتے اور مارتے رہیں گے۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان میں امریکی فوجیوں کو زبردست مار پڑ رہی ہے اور امریکہ اپنے فوجیوں کی لاشیں کنٹینرز Containers میں بھر بھر کرلے جا رہا ہے۔ پچھلے دنوں اسی طرح کا ایک کنٹینر طورخم بارڈر پر اہلکاروں نے روک لیا۔ انہوں نے کنٹینر کھولے بغیر کلیئرنس دینے سے انکار دیا جس پر امریکی اہلکاروں کا کسٹم والوں سے جھگڑا ہو گیا پھر اعلی پاکستانی حکام نے مداخلت کر کے یہ معاملہ ختم کرایا۔ امیر محمد اکرم اعوان نے کہا کہ افغانستان میں طالبان کی طرف سے نقصان پہنچنے کے بعد ہی امریکہ دوبارہ افغانستان پر بڑے حملے کر رہا ہے۔ عراق کے مسئلہ پر پاکستانی موقف پر بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ حکومت نے جو موقف اختیار کیا ہے وہ موجودہ حالات میں اچھا اقدام ہے۔ چین میں بھی وزیر اعظم میر ظفر اللہ خان جمالی نے یہی بیان دیا ہے کہ عراق میں جنگ رکنی چاہئے پاکستانی حکمرانوں نے افغانستان کی نسبت عراق کے مسئلہ پر جو پوزیشن لی ہے اسے غنیمت سمجھنا چاہئے چلو حکمران امریکہ کی مخالفت تو نہیں کر رہے تو کم از کم انہیں سیلوٹ بھی نہیں کر رہے۔ مجلس عمل کے ملین مارچ پر تبصرہ کرتے ہوئے امیر محمد اکرم نے کہا کہ لوگوں کو عراق کے مسئلہ پر احتجاج کیلئے اکٹھا کر کے مجلس عمل کے رہنما ایل ایف او اور مشرف کی وردی اُتارنے کے بارے تقریریں کرتے ہیں۔ حالانکہ لوگ صرف عراقی عوام کا ساتھ دینے کیلئے سڑکوں پر آ رہے ہیں اس طرح عوام کو استعمال کیا جا رہا ہے مجلس عمل کا یہ دوہرا معیار ہے۔ عراق میں جاری جنگ پر مزید تبصرہ کرتے ہوئے مولانا اکرم اعوان نے کہا کہ عراقی عوام جذبہ جہاد سے لڑ رہے ہیں اور عوام نے ظلم کے سامنے سر جھکانے کی بجائے شہادت قبول کی ہے۔ امیر محمد اکرم اعوان نے کہا کہ انسانی تاریخ میں پہلی جنگ ہے جس میں Black out نہیں ہو رہا۔ دن کے وقت لوگ کاروبار کر رہے ہیں' بازار لوگوں سے بھرے ملتے ہیں اور ٹریفک چل رہی ہوتی ہے۔ رات کے وقت امریکہ اور اتحادی بمباری کے باوجود Lights چل رہی ہوتی ہیں۔ آج تک کسی جنگ میں ایسے حالات دیکھنے کو نہیں ملے۔ عالمی سیاست پر بات چیت کرتے ہوئے امیر محمد اکرم اعوان نے کہا کہ مسلمانوں ممالک کو یورپ روس اور چین کے ساتھ مل کر علیحدہ بلاک بنانا چاہئے تاکہ دنیا پر امریکی حاکمیت ختم ہو اور آئندہ امریکہ کسی دوسرے ملک کیخلاف زبردستی نہ کر سکے۔ انہوں نے مزید کہا کہ امریکہ میں شامل ریاستوں میں الگ الگ توانین رائج ہیں۔ بعض ریاستوں میں سزائے موت دی جاتی ہے اور بعض میں نہیں۔ ان میں سے جو ریاستیں انصاف پسند ہیں انہیں صدر بش سے اختلاف کرتے ہوئے امریکہ ہائے متحدہ سے علیحدہ ہو جانا چاہئے۔ انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ امریکہ میں وائلڈ لائف کا تحفظ کرنے اور اس پر زور دینے والے تو ہیں مگر یہی لوگ اور حکمران انسانوں کے قتل عام پر خاموش دکھائی دیتے ہیں۔

دماغی کیفیات کا علاج بذریعہ ذکرِ الٰہی

انسانی زندگی کی تمام خواہشات اور آرزوؤں کا مرکز یہی لطیفہ قلب ہے اس میں عجیب صلاحیتیں ہیں کہ یہ اپنے خالقِ حقیقی سے مربوط ہو سکتا ہے کیفیات ہجر و وصال سے دو چار ہوتا ہے جب یہ روشن اور صاف ہوتا ہے تو اسکی خواہشات بھی اُجلی اُجلی اور شفاف ہوتی ہیں اگر دماغی حکومت ان کی تکمیل کر پاتی ہے تو یہ شکر کے جذبات سے لبریز ہو کر روحانی خوشی اور جسمانی صحت دونوں نعمتیں حاصل کرتا ہے۔

تحریر۔ امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان 15-3-03

دماغ جسم کا سیکرٹریٹ ہے اور جسم کے ہر حصے کی حرکت اسکی محتاج ہے۔ دماغ کے مختلف حصے جسم کے مختلف اعضاء سے پیوستہ ہیں جب وہ حکم دیتا ہے کہ اسکے مطابق ہی حرکت و سکون پیدا ہوتے ہیں اور بڑی عجیب بات یہ بھی ہے اور یہ خصوصاً قابل غور ہے کہ اعضاء کی حرکات سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں ان سے دماغ ضرور متاثر ہوتا ہے۔ دماغ کسی خواہش کی تکمیل کیلئے اعضا کو احکام جاری کرتا ہے۔ اگر نتیجہ اس کے مطابق ہو تو دماغ کو فرحت و انبساط نصیب ہوتا ہے لیکن نتیجہ خلاف توقع ہو تو دماغ پریشان ہو جاتا ہے اور اگر یہ پریشانیاں مسلسل ہوں یا کوئی ایک بڑی پریشانی دماغی امراض کا سبب بن سکتی ہے اور پھر ماہرین مختلف طریقوں سے اس کی توجہ مبذول کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ اسکے اثرات سے اسے نکالا جا سکے۔ میری رائے میں میڈیکل سائنس کی تمام کاوشوں کی حد یہاں تک ہے لیکن سوال یہ ہے کہ یہ خواہش کہاں سے آتی ہے کیا دماغ از خود خواہش کرتا ہے یا کوئی دوسرا ہے جو دماغ سے بھی بڑی طاقت ہے اسکا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ بعض لوگ ایسے کام بھی کرتے ہیں جن کو خود انکی عقل بھی درست نہیں سمجھتی تو پھر ایسا کام کرتے کیوں ہیں مثلاً ایک آدمی نشہ کرتا ہے اس سے بات ہو تو اسکا اپنا دماغ بھی کہتا ہے کہ یہ غلط ہے مگر دل کرتا ہے دل چاہتا ہے اس لئے کرتا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دل دماغ پر حکومت کرتا ہے اور خواہش و آرزو دل میں پیدا ہوتی ہے۔ مگر دل تو محض ایک مشین جو بدن کو خون پہنچاتی ہے اور بس ایسا نہیں ہے اسی مشین کے اندر ایک لطیفہ ربانی ہے جسے قلب کہا گیا ہے اور کتاب اللہ میں اسکا ذکر بکثرت ملتا ہے اور انگریزی میں اُسے Setel سٹل ہارٹ heart کہا گیا ہے دراصل انسانی زندگی کی تمام خواہشات اور آرزوؤں کا مرکز یہی لطیفہ قلب ہے اس میں عجیب صلاحیتیں ہیں کہ یہ اپنے خالقِ حقیقی سے مربوط ہو سکتا ہے کیفیات ہجر و وصال سے دو چار ہوتا ہے روشن اور صاف ہو جاتا ہے تو اسکی خواہشات بھی اُجلی اُجلی اور شفاف ہوتی ہیں اگر دماغی حکومت انکی تکمیل کر پاتی ہے تو یہ شکر کے جذبات سے لبریز ہو کر روحانی خوشی اور جسمانی صحت دونوں نعمتیں حاصل کرتا ہے بعض اوقات امور کی تکمیل اسکی آرزو کے مطابق نہیں ہو پاتی مگر دل کو صدمہ نہیں ہوتا کہ وہ لذت آشنائی کے باعث اسی بات پہ خوش ہو جاتا ہے کہ میں نے اپنے محبوب کی خاطر ایک کوشش تو کی لہذا دماغی صحت بھی بہت بہتر ہوتی ہے مگر اکثر ایسا ہوتا ہے دل اس استعداد کو غلط استعمال بھی کر لیتا ہے اور اسکا رابطہ بدی کی طاقت سے ہو جاتا ہے یعنی شیطن سے متعلق ہو جاتا ہے جو اسے غلط اور بُری خواہشات میں الجھا دیتا ہے لہذا غلط خواہشات بطور احکام دماغ کو جاتی ہیں اگر انکی تکمیل ہوتی ہے تو وقتی لذت ضرور ملتی ہے لیکن اس کے اثرات بد سے جسمانی صحت بھی متاثر ہوتی ہے اور دماغی صحت اس سے زیادہ متاثر ہوتی ہے اگر اس میں تسلسل ہے تو جسمانی

کمزوریوں اور امراض کے ساتھ دماغی امراض پیدا ہونے لگتے ہیں اور پھر ان سے واپسی محال ہونے لگتی ہے انسان مزید آگے بڑھنے لگتا ہے اور بعض اوقات پاگل پن تک پہنچ جاتا ہے اور بعض اوقات لاعلاج ہو جاتا ہے اسکی عمر اس میں ضائع ہو جاتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اسکا علاج کیا ہو سکتا ہے میڈیکل سائنس کا علاج یہاں زیر بحث نہیں مگر ایک عجیب علاج ذکرِ الٰہی بھی ہے جسکا پس منظر کسی قدر جاننا ضروری ہے۔

قلب کے اندر جو لطیفہ ربانی ہے دراصل اس کی غائیت معرفتِ الٰہی ہے کہ رب جلیل کو جاننے کیلئے انسانی حواس بہت ناکافی ہیں نہ اسکی مثل ہے نہ مثال چھونا تو درکنار سوچ کے گھوڑے بھی اس تک نہیں پہنچ سکتے۔ عقل سے صرف اتنا جانا جاسکتا ہے کہ ”کوئی ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے“۔ مگر وہ کون ہے؟ کیسا ہے۔ اسکی ذات کیسی ہے اسکی صفات کیسی ہیں ان تمام سوالوں کے جواب کوئی نکتہ ور کوئی فلسفی نہ دے سکا ہمیشہ ہر عہد میں اللہ نے نبی اور رسول مبعوث فرمائے جن کے قلوب نور نبوت سے آراستہ تھے اور انہوں نے ان کے جوابات ارشاد فرمائے مگر وہ جوابات کسی ایسے فرد کو فائدہ نہ دے سکے جو ایمان نہ لایا۔ ایمان قلب ہی کی ایک کیفیت ہے جو یقین کے نام سے موسوم ہے اس یقین کی حد یہ ہے نبی اور رسول سچا ہے اور جو بھی یہ اطلاع دے گا وہ یقیناً درست ہوگی مگر ماننے کیلئے اور اس یقین کی کیفیت کو قائم رکھنے کیلئے اس سے بہت آگے جانے کی ضرورت ہے اسی لئے آقائے نامدار ﷺ کے بارے چار فرائض نبوت ارشاد ہوئے۔ ترجمہ ”ان کو اللہ کی باتیں سناتا ہے ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے“۔

اول دعوت الی اللہ اللہ کی بات سنا کر اسکی طرف دعوت کرنا۔

دوئم جو قبول کرے اس کا تزکیہ یعنی اس کے دل کو ظلمت سے پاک اور نور سے روشن کرنا۔

سوئم تعلیم کتاب اللہ

> **ایمان قلب ھی کی ایک کیفیت ھے جو یقین کے نام سے موسوم ھے اس یقین کی حد یہ ھے نبی اور رسول سچا ھے**

چہارم تعلیم حکمت یعنی کتاب اللہ کے معانی مفاہیم یہاں قابل توجہ امر یہ ہے کہ ایمان قبول کرنے کے بعد اول کام تزکیہ ہے یعنی دل یا لطیفہ قلب سے جہالت کا غبار صاف کر کے اسے انوارات سے روشن کرنا۔ اس روشنی کے طفیل وہ ان کیفیات سے لبریز ہو جاتا ہے جو بن دیکھے اللہ کو پورے یقین سے ماننے لگتا ہے اور جو صفات الٰہیہ اللہ کا نبی بیان فرماتا ہے ذات باری کو ان سے متصف جاننے لگتا ہے یہ کیفیات اسے اتنا یقین فراہم کرتی ہیں کہ اگر وہ مادی آنکھ سے دیکھ بھی لیتا ہے تو یقین کی اس حد کو پانے کے قابل نہ ہوتا کہ مادی آنکھ کتنی بار دھوکا کھاتی ہے اسے دکھائی کچھ اور دیتا ہے اور حقیقتاً ہوتا کچھ اور ہے لہذا جب ان کیفیات سے دل لبریز ہوتا ہے تو صفات الٰہی کو اپنی اپنی حیثیت کے مطابق سمجھنے لگتا ہے اور اسکی مرضیات یعنی ایسے کام جن سے وہ راضی ہو جانا چاہتا ہے ان امور سے بھی آگاہی چاہتا ہے جن سے وہ یعنی اللہ کی ناراضگی کا اندیشہ ہو لہذا یہ ایک طلب ہے جو اسکے اندر پیدا ہوتی ہے تو اللہ کا رسول ﷺ اسے کتاب تعلیم وحکمت فرماتا ہے اور ان کے مطابق اسکے قلب میں آرزوئیں جنم لیتی ہیں جو پوری ہو کر بھی خوشی فراہم کرتی ہیں اور اگر انسانی توقعات کے خلاف نتیجہ آئے تو بھی ایک قسم کی خوشی فراہم کرتا ہے۔ جسکے نتیجے میں جسمانی صحت بھی درست رہتی ہے اور دماغی صلاحیتیں بھی ترقی کرتی ہیں جیسے سیرت میں معروف واقعہ ہے کہ کسی حکمران نے اپنے لائق اطباء میں سے چند کو مدینہ منورہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خدمت کیلئے بھیجا جو کئی سال کے بعد عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمیں اجازت بخشی جائے کہ یہاں تو اتنے عرصے میں کوئی بیمار نہیں ہوا ہمیں تو ڈر ہے کہ ہم فن طبابت ہی نہ بھول جائیں۔

قلب کا تزکیہ کیسے ہوتا ھے

نبی اکرم ﷺ تو سورج لئے جس کو بھی ایمان نصیب ہوا۔ اسے ایک لمحہ صحبت رسول ﷺ میسر آئی اک نگاہ نصیب ہوگئی خواہ اسکی ایک نگاہ

آپ ﷺ پر پڑی تو تزکیہ ہو گیا دل کیفیات سے لبریز ہو گیا اور وہ صحابی کہلایا فلک ہدایت کا ستارہ بن گیا اور اسے تعلیم کتاب وحکمت کی راہ پر لگا دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ اللہ کے آخری رسول اور نبی ہیں آپ ﷺ ہی کی نبوت ورسالت ہمیشہ کیلئے ہے لہذا آپ ﷺ کی برکات بھی ہمیشہ رہیں گی تعلیمات بھی ہمیشہ رہیں گی اور تعلیمات سے حقیقی طور پر مستفید ہونے کیلئے آج بھی برکات کی ضرورت مقدم ہے۔

برکات اور تزکیہ کا اثر:-

قرآن کریم نے اس بات کی بھی وضاحت فرمادی کہ جب قلب برکات حاصل کرتا ہے تو کچھ حالات خود اس پر اور بدن پر وارد ہوتے ہیں جیسے ارشاد ہے ترجمہ "پھر ان کے بدن جلد سے لیکر نہاں خانہ قلب تک اللہ کا ذکر کرنے لگ گئے"۔ القرآن' گویا تزکیہ پر ذکر کا پھل لگا یہ کیفیت عہد نبوی علی صاحب الصلوۃ والسلام کے عہد زریں کی ہے پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا دور آیا تو یہی کیفیت قائم رہی مگر قوت کے اعتبار سے یقیناً ویسی نہ ہو سکتی تھی لہذ جسے صحبت صحابی نصیب ہوئی وہ تابعی کہلایا اور اسکا تزکیہ اسکے درجہ کے مطابق ہو گیا اسکے بعد تابعین کا عہد آیا تو ان کی مجلس میں آنے والا مسلمان تبع تابعی کہلایا ان تین زمانوں کو خیر القرون کہا گیا ہے جیسے حدیث پاک کا ترجمہ ہے "سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے پھر اسکے ساتھ کا پھر اس کے ساتھ کا"۔

ان ادوار میں کوئی مجاہدہ حصول تزکیہ کیلئے ضروری نہ تھا صرف صحبت سے حاصل ہو جاتا مگر اسکی گہرائی اور گیرائی کیلئے لوگ مجاہدہ کرتے اور جان ومال تک نثار کرتے رہے۔

تبع تابعین علیہم اجمعین کے بعد یہ حال نہ رہا بلکہ حصول تزکیہ کیلئے دو امور کی ضرورت پیش آئی۔

اول کوئی ایسی ہستی جسکا قلب تزکیہ حاصل کر چکا ہو اور اس میں اتنی قوت بھی ہو کہ دوسرے کا قلب منور کر سکتا ہو۔

> **کوئی ایسا بندہ جسکا قلب نہ صرف منور ہو بلکہ دوسرے کے قلب کو منور کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو وہ توجہ کرے طالب ذکر کرے مجاہدہ کرے۔**

دوئم اپنی ذات اور اپنے قلب کے ساتھ مجاہدہ کہ وہ کیفیات تزکیہ حاصل کر سکے۔

چونکہ تزکیہ کا پھل ذکر الٰہی تھا اور ہر شجر کا پھل ہی اسکا بیج بھی ہوتا ہے کے اصول کے مطابق ذکر الٰہی کو ہی بیج اور اصل کے طور پر منتخب کیا گیا جس سے مسلمانوں میں شیخ اور طالب کا رشتہ استوار ہوا جو بعد میں بدلتے بدلتے رسمی پیری مریدی میں ڈھل گیا ورنہ اسکا مقصد آج بھی وہی ہے طریقہ بھی وہی ہے اور حاصل بھی وہی چنانچہ کوئی ایسا بندہ جسکا قلب نہ صرف منور ہو بلکہ دوسرے کے قلب کو منور کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو وہ توجہ کرے، طالب ذکر کرے مجاہدہ کرے اور یوں کیفیات اسکے دل میں منعکس ہو کر اسکا تزکیہ کریں تو نتیجتاً دل صاف ہو گا تو آرزو اجلی ہو گی دماغ کو شفاف خواہش پہنچے گی اس کی تکمیل کے ذرائع جائز اور خوشگوار ہونگے اس کا حال اطمینان اور خوشی ہو گا جو بدن کو بھی صحت فراہم کرے گا اور دماغ کو بھی فرحت بخشے گا اور جو اسکی صحت وسلامتی کا سبب بنے گا۔

لہذا اگر کسی دماغی مریض کو بھی ذکر الٰہی پر لگا دیا جائے تو یقیناً آہستہ آہستہ بہتر ہونے لگے گا اور نور ایمان کے ساتھ اسکا علاج بھی ہو گا اور صحت بھی نصیب ہو گی انشاء اللہ۔

اگر چہ اسکی ضرورت نہیں مگر عرض کرنا مناسب ہے کہ مطلق ذکر اور ذکر قلبی اور اسکے اثرات عدم ذکر اور اسکی مصیبت یہ سب موضوعات قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں نیز ذکر کا کوئی وقت یا خاص طریقہ نماز کی طرح یا دوسری عبادات کی طرح مقرر نہیں فرمایا گیا لہذا ہر وہ طریقہ جو خلاف شریعت نہ ہو درست ہے اس لئے مشائخ نے اپنی جستجو اور تجربہ کی بنیاد پر مختلف طریقے تعلیم فرمائے جو ان کے ناموں سے موسوم ہوئے جن میں وطن عزیز میں چار معروف سلاسل تصوف پائے جاتے ہیں چشتی، قادری، سہروردی، نقشبندی، پھر نقشبندی میں دو طریقے ہیں نقشبندی

مجددی اور نقشبندی اویسی

دیگر دنیا میں اور مختلف بہت سے سلسلے بھی تاریخ کا حصہ ہیں۔

گردشِ دوراں

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ ضلع چکوال 9/3/03

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ۝

شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم نے اشارہ فرمایا اس حقیقت کی طرف کہ اللہ کریم نے شیطان کو مہلت دے کر قیام قیامت تک نیکی اور بدی کا مقابلہ جاری فرما دیا اور ایک میدان سجا دیا اور یہی انسان کی آزمائش ہے فرمایا۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرار بولہبی

آج کے بیان کے دو حصے ہیں پہلا بیان میرا اپنا ذاتی اور ہماری آپس کی بات ہے جو میں چاہتا ہوں کہ سیدنا عثمان غنیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت کے مطابق جس طرح کے کچھ لوگوں نے الزام لگائے ہیں اُن کا جواب مختصر دے دیا جائے نتائج کیا کچھ ہوں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزامات لگائے گئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں صحابہ کو جمع کر کے جواب دے دیئے تو بالاتفاق صحابہ کرام نے عرض کیا جو اس وقت موجود تھے اور یہ تاریخ کا حصہ ہے طبری میں بھی وہ سوال اعتراض موجود ہیں اور طبری میں وہ جوابات بھی موجود ہیں جو سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیئے تھے اور طبری یہ واقعہ بھی بیان کرتا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بالاتفاق کہا کہ ان لوگوں کو گرفتار کرائیے ان کی سزا قتل ہے کہ یہ اسلامی ریاست کا شیرازہ بکھیرنا چاہتے ہیں لہذا انہیں قتل کی سزا دی جائے تو انہوں نے فرمایا کہ مدینہ منورہ حرم نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے اور میں حرم نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہتا۔ جو اس کی حرمت کے خلاف ہو پھر عرض کیا گیا کہ آپؓ حدِ حرم سے باہر تشریف لے جایئے آخر حرم کی ایک حد ہے۔ مدینہ منورہ کے گردا گرد، تو حدِ حرم سے باہر تشریف لے جایئے تو انہوں نے کہا کہ میں نے زندگی اس طلب میں گزار دی کہ مجھے بارگاہ نبوی ﷺ کا قرب نصیب رہے۔ اور چوراسی سال کی عمر میں بارگاہ نبویؐ کو چھوڑ کر باہر چلا جاؤں۔ ایک ایسا سلطان جس کی ریاست افریقہ سے ہسپانیہ تک' اور چین تک پھیلی ہوئی تھی چند باغیوں کے ہاتھوں شہید ہو گیا لیکن عظمت مدینہ کے باعث نہ اپنا دفاع کر سکا اور جب خلافت کی بات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ خلعت خلافت کا مجھے بارگاہ نبوت ﷺ سے عطا ہوا ہے اس کے لئے جان تو جا سکتی ہے لیکن میں اسے جان سے جُدا نہیں کر سکتا اس کے فرائض نبھانا میری ضرورت ہے۔

میں تھوڑا سا پس منظر آپ لوگوں کو بتا دوں شاید سب کے علم میں نہ ہو۔ حضرت جیؒ نے تیس کی دہائی میں ذکر اذکار شروع فرمایا آپؒ متشدد دیوبندی تھے جو لوگ برزخ میں کلام کا انکار کرتے ہیں اُن میں سے تھے اُن علماء میں سے تھے اور آپؒ اس بات کے قائل نہیں تھے کہ برزخ میں روح سے کلام ہو سکتی ہے اللہ کریم کے اپنے نظام ہیں سلطان العارفینؒ کو مدینہ منورہ سے چلا کر کہاں لایا۔ کہاں مدینہ منورہ ہے اور کہاں یہ لنگر مخدوم کا علاقہ جس علاقے میں آپؒ کا مدفن ہے یہاں دور دور چھوٹے چھوٹے گاؤں ہوتے تھے اور انگریزوں کی عملداری تک اور لنگر مخدوم سے آگے جہاں کرانہ پہاڑی پر اب وہ ایئر فورس والوں کی ملکیت ہے۔ جہاں راڈار لگا ہوا ہے یہ علاقہ آدم خوروں کا مسکن تھا، یہاں جنگلات ہوتے تھے' اور ایسے وحشی لوگ ہوتے تھے کہ کوئی اکیلا بندہ اُدھر سے گزرتا تو اُسے قتل کر کے کھا جاتے تھے اُس زمانے میں آپؒ وہاں تشریف لائے زندگی بھر دین کی خدمت کی اللہ کے دین کے نام سے ہی موسوم ہوئے وہیں وصال ہوا لیکن تاریخ میں یہ بات نہیں ملتی کہ کس کو قلبی برکات ملی ہوں آپؒ کی ذات سے اصلاحی کام ہوتا رہا کتنی عجیب بات ہے کہ تین صدیاں بعد یہ قدرت کے اپنے

پروگرام ہوتے ہیں اور وہ کس طرح کرتا ہے یہ اُس کا کام ہے تین سو سال سے زیادہ عرصہ گزرنے کے بعد خواجہ عبدالرحیمؒ وہاں پہنچے جن کے والد صوفی تھے اور انہوں نے انہیں مراقبات ثلاثہ کروادیئے تھے اور برزخ میں اُن کی رسائی تھی وہ وہاں پہنچے محکمہ مال کے ملازم تھے تبادلہ ہوا وہاں پہنچے تو سمجھ آئی اور مزار پر جانا شروع کر دیا۔ حضرتؒ نے اُن کی تربیت فرمائی اور انہیں فنا بقا تک مراقبات کروادیئے اور پھر اُن کی عمر وہیں بسر ہوگئی۔ حضرتؒ سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ کئی سال بعد آپؒ کا تبادلہ ہوا۔ ملازم جو تھے تو تبادلے کا حکم لے کر حضرت سلطان العارفینؒ کے مزار پر گئے تو عرض کی کہ حضرتؒ میرا تبادلہ ہو رہا ہے اور میں یہاں سے جانا نہیں چاہتا بڑی منت زاری کی حضرتؒ نے کوئی جواب نہ دیا تو اٹھ کر چل پڑے کہ اگر آپ رکھنا نہیں چاہتے تو پھر میری مجبوری ہے لیکن میں جانا نہیں چاہتا فرماتے ہیں تھوڑی دور گئے ہوں گے کہ سلطان العارفینؒ نے گریبان سے پکڑ لیا اور اُن کے ہاتھ سے وہ کاغذ لیا اور پھاڑ دیا اور عجیب بات ہے کہ کسی نے پھر یاد ہی نہیں کیا کہ ان کا تبادلہ ہوا تھا یا نہیں گویا وہ تمام دفاتر میں کاغذ مٹ گیا صدیق اکبرؓ کی طرح ساری عمر ساتھ رہے وہیں وصال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ آپؒ کے مزار کے باہر جو قبر ہے وہ خواجہ عبدالرحیمؒ کی ہے زندگی بھر انہوں نے وہیں قیام فرمایا وہیں دفن ہوئے اب بھی اگر کوئی صاحب بصیرت حاضر ہو تو حضرتؒ کی بارگاہ میں موجود ہوتے ہیں۔ ذرہ پیچھے ہٹ کر ادب کے طور پر بیٹھے ہوتے ہیں لیکن کبھی انہیں الگ نہیں دیکھا گیا۔

حضرتؒ کسی دنیوی کام میں کسی کی سفارش کے طور پر وہاں تشریف لے گئے وہاں یہ بات چل نکلی کہ برزخ سے کلام ہوسکتا ہے کہ نہیں، اور حضرتؒ اُس کے خلاف بڑے پرزور دلائل دے رہے تھے کہ یہ ممکن نہیں ہے وہاں

> **خلافت کا یہ چغہ مجھے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے عطا ہوا ہے اس کے لئے جان تو جا سکتی ہے لیکن میں اسے جان سے جدا نہیں کر سکتا اس کے فرائض نبھانا میری ضرورت ہے**

خواجہ عبدالرحیمؒ بھی تشریف فرما تھے تو آپؒ کے دلائل سننے کے بعد اور بات سننے کے بعد خواجہ عبدالرحیمؒ نے آہستہ سے فرمایا کہ بھئی مولانا مجھے یہ دلیلیں تو نہیں آتیں کتابی دلائل جو ہیں وہ مجھے نہیں آتے لیکن میں اتنا جانتا ہوں کہ میرے ساتھ تو بات ہوتی ہے اور کوئی کرسکتا ہے یا نہیں، کسی کے ساتھ ہوتی ہے یا نہیں، یہ مجھے نہیں پتہ لیکن میں اتنا جانتا ہوں کہ میرے ساتھ تو برزخ سے کلام ہوتا ہے اور بات کرتے ہیں تو حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کا چہرہ مہرہ اُن کا ورع تقویٰ اور اُن کا وہ اس یقین سے کہنا یہی اتنی بڑی دلیل تھی کہ اُس نے مجھے ہلا دیا کہ یہ شخص غلط نہیں کہہ رہا۔ کہ کتابی دلیلیں جو ہیں ان کی حیثیت نہیں ہے اور یہ شخص سچا ہے تو آپ نے فرمایا پھر مجھے بھی یہ نعمت عطا ہو جائے اور مجھے بھی اس کا تجربہ کرا دو تو حضرتؒ کو لیکر سلطان العارفین کے مزار پر چلے گئے۔ حضرت سلطان العارفینؒ نے پوچھا آزمائش کے لئے آئے ہو یا اکتساب فیض کے لئے۔ جس کے جواب میں حضرتؒ نے فارسی کی ایک پوری غزل عرض کی۔ شاید حضرتؒ کی سوانح میں انشاء اللہ وہ آپ لوگوں تک پہنچ جائیگی فارسی کی بہت خوبصورت غزل ہے۔ جو حضرتؒ نے جواب میں عرض کی مفہوم یہ تھا کہ میں حصول برکات کے لئے حاضر ہوا ہوں اور میں بھی بارگاہ نبوی ﷺ کا طالب ہوں اور آپؒ کی خدمت میں آیا ہوں تو تب سے لیکر یہ ۳۰ء کے اوائل کا واقعہ ہے میری پیدائش 1934ء کی ہے ہم تو اُس وقت پیدا ہوئے تھے جب حضرت جیؒ وہاں تشریف فرما تھے تو پندرہ سال حضرت جیؒ نے وہیں قیام فرمایا صاحب حیثیت تھے، زمیندار تھے، زمینیں کاشت پر دیتے تھے اور جب فصلوں کا موقع آتا تو آپ کچھ دنوں کے لئے مہینہ بیس دنوں کے لئے تشریف لاتے۔ اپنا حصہ لیکر گھر والوں کو اخراجات دے کر واپس چلے جاتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں واپس آتا تھا جب فصلیں جمع کرنے کا موقع ہوتا تو اتنی فصل اللہ دے دیتا تھا کہ گھر والوں کے اخراجات چلتے تھے اور پھر واپس چلا جاتا تھا اور پندرہ سال حضرت جیؒ نے فرمایا وہاں بھی جنگل ہوتا تھا مزار بھی نہیں تھا اور جنگل ہوتا تھا اور بڑے سانپ ہوتے تھے اور

بہت بڑے بڑے سانپ تھے۔ دریا کا کنارہ بھی تھا اژدہوں کا مسکن تھا حضرت جیؒ فرماتے تھے کہ ہم اپنی ذات کے بارے فرماتے تھے کہ میں تہجد کے بعد ذکر شروع کرتا تھا پھر فجر کے بعد تھوڑی دیر آرام کرتے پھر اشراق کے بعد ذکر کرتے، چاشت تک پھر دوپہر کے کھانے سے اول وقت تک اور پھر ظہر سے عصر تک ذکر کرتے پھر عصر کے بعد فراغت ہوتی تھی۔ اور پھر مغرب سے عشاء تک اور پھر یہ معمول پندرہ برس مسلسل رہا حضرت جیؒ کے ساتھ حضرت خواجہ عبدالرحیم کا ایک اور شاگرد بھی شامل ہوا۔

جب بارش برستی ہے، تو رحمت الٰہی ہوتی ہے۔ کھیتوں پہ برستی ہے تو کھیتیاں اُگتی ہیں، باغوں پہ برستی ہے تو پھول کھلتے ہیں، پھل لگتے ہیں۔ گندگی کے ڈھیر پہ برستی ہے تو غلاظت اور بدبو پھیلتی ہے بڑی عجیب بات ہے کہ اُس زمانے میں جو شخص حضرت جیؒ کے ساتھ خواجہ عبدالرحیمؒ کا شاگرد بنا اُس کا انجام بھی کچھ اس طرح ہوا کہ مجھے یاد ہے جب وہ مرا تھا تو ہم وہیں لنگر مخدوم حاضر تھے تو وہاں کے ساتھی بھی جانتے ہیں کہ اُس نے وصیت کی تھی کہ مجھے غُسل نہ دیا جائے کفن نہ دیا جائے، جنازہ نہ پڑھا جائے، بلکہ میری میت کو جلا دیا جائے اور جب گمراہ ہوا تو خود کو خدا منوایا کرتا تھا اور اس نے السلام علیکم کہنا تک ممنوع کر دیا تھا کہ کوئی السلام علیکم وعلیکم السلام نہ کہا کرے میرے سامنے کوئی کلمہ نہ پڑھا کرے اس حال میں، اس حد کی گمراہی تک ہو کر گزرا شاید حضرتؒ کی سوانح میں اُس کا تذکرہ بھی غالباً ہے۔ یہ اپنے اپنے نصیب کی بات ہوتی ہے اور جیسے اثرات جیسی نیت جیسا خمیر جیسا مزاج ہوتا ہے بالآخر ویسے نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

وہاں سے فارغ ہو کر جب حضرت جیؒ گھر تشریف لائے تو گھر بھی آپ ایک حد تک الگ تھلگ رہتے تھے آخر بارگاہ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام جس طرح نبی کریم ﷺ کی زندگی مبارک میں بھی یہ عادت شریفہ تھی کہ آپ ﷺ کسی کو مخاطب کر کے حکم نہیں دیتے تھے جو بات

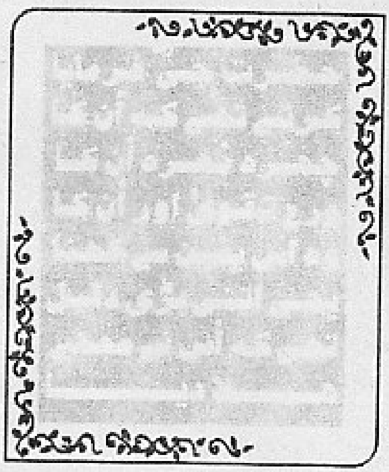

اصلاح کی ہوتی تھی عمومی انداز میں ارشاد فرماتے تھے اور جس میں وہ بات ہوتی وہ سمجھ جاتا تھا۔ کہ میری اصلاح کے لئے ہو رہی ہے تو حضرت جیؒ فرماتے ہیں میں بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا تو حضور ﷺ فرما رہے تھے کہ یہ جو دین اسلام ہے۔ اس کی عمارت میں پتھر نہیں' میرے صحابہ کی ہڈیاں لگی ہیں اور اس پر گارا نہیں' میرے صحابہ کا گوشت پوست لگا ہے اور یہ پانی سے نہیں بنایا گیا اس میں میرے صحابہ کا خون لگا ہے آج لوگ بڑھ بڑھ کر صحابہ پر طعن وتشنیع کر رہے ہیں۔ کسی جاننے والے کو خانہ نشینی گوشہ نشین نہیں بلکہ اس کا دفاع کرنا چاہئے ورنہ قیامت میں اُس کے پاس جواب نہ ہوگا۔ تو یہ وہ وقت تھا جب تقسیم ملک' ملک تقسیم ہو چکا تھا اور شاید اُس وقت جب ملک تقسیم ہوا تو اُس وقت بھی ایک دفعہ شیعہ سُنی مقابلے کا بڑا شور اٹھا تھا لیکن وہ آج کل کی طرح بندوقوں کا مقابلہ نہیں تھا، علمی مناظرے ہوتے تھے۔ شیعہ کے بھی مشہور علماء تھے اور اہل سنت میں اُس وقت حضرت جیؒ کے علاوہ تین چار ایسے علماء تھے جو مناظر تھے مولانا عبدالستار تونسوی اللہ انہیں عمر دراز دے ابھی وہ زندہ ہیں، علامہ دوست محمد قریشی اور حضرت احمد شاہ بخاریؒ یا کوئی ایک آدھ نام مجھ سے رہ گیا ہو۔ جنہیں اس موضوع پہ عبور تھا مناظرے کی حد تک تو بڑے بڑے مناظرے ہوتے تھے اس موضوع پہ شیعہ اور سُنی کے تو حضرت جیؒ نے تب اُس میں حصہ لینا شروع کیا۔

اُس کے بعد حضرت جیؒ کے ساتھ تین چار ساتھی ہوتے تھے جنہیں آپ اللہ کراتے تھے وہی ساتھی اُن مناظروں میں باڈی گارڈ بھی ہوتے تھے سفر وحضر میں ساتھ بھی ہوتے تھے۔ غالباً میں پانچواں یا چھٹا آدمی تھا جو پچاس کی دہائی کے آخر میں جسے یہ سعادت نصیب ہوئی حضرت جیؒ کی رفاقت کے وقت چوبیس پچیس برس میری عمر تھی اور یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ بے شمار جلسوں میں مناظروں میں، یہ سعادت نصیب رہی کہ سفر وحضر میں ساتھ بھی رہا چوکیدار اور پہرے دار بھی ہم ہی ہوا کرتے تھے۔

اور خادم بھی ہم ہی ہوا کرتے تھے وہ زمانہ آج کل کی طرح نہیں تھا بڑا سخت تھا اُس زمانے میں بغیر لائسنس کے اسلحہ رکھنا بڑی دل گردے کی بات تھی اُس زمانے میں آجکل تو ہر کوئی لئے پھرتا ہے۔ عورتیں بھی اٹھائے پھرتی ہیں۔ تو ہم مناظروں میں بھی اور جلسوں میں بھی کسی نہ کسی طرح کپڑوں کے نیچے چھپا کر اسلحہ لے جاتے اور تین چار ساتھی ہوتے تھے ہم نے اپنی جگہیں بنائی ہوتی تھیں کہ سٹیج کے اس طرف تمہاری ذمہ داری ہے اُس طرف تمہاری۔ سامنے فلاں ہوگا' پیچھے فلاں ہوگا اس طرح سے باقاعدہ ہوتا تھا اور اُن مناظروں میں بھی حضرت پر کئی بار حملے ہوئے۔ ساٹھ کے بعد تقریباً اکسٹھ اور ساٹھ کے درمیان حضرت جیؒ کو پھر بارگاہ نبوی ﷺ ہی سے ارشاد ہوا کہ لوگ اب دوسری طرح گمراہ ہونا شروع ہوگئے ہیں اور بے دین لوگ پیری کا لبادہ اوڑھ کر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ اسلئے لوگوں کو سلوک سکھایئے اور اسے عام کیجئے۔ ورنہ اس سے پہلے حضرت جیؒ اُن تین' چار' پانچ' خاص لوگوں کے علاوہ کسی کے ساتھ اس موضوع پہ بات نہیں فرماتے تھے۔ دیگر علمی باتیں تبلیغی باتیں۔ مناظرے کی باتیں وہ سارا سلسلہ چلتا رہتا تھا جب یہ اذن عام ہوا تو حضرت جیؒ نے صلائے عام دی اور پھر آپ منبر پر بیٹھ کر دعوت دیا کرتے تھے۔ جہاں آپ جلسے میں جاتے، جہاں خطاب فرماتے جہاں منبر پر اور بات ہوتی' تو آخر میں یہ بھی کہتے تھے کہ کسی کو بارگاہ رسالت میں حاضری کا شوق ہو تو وہ میرے پاس آئے۔ سادہ غذا دوں گا رات کو جگا کر رکھوں گا اللہ اللہ کراؤں گا۔ نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرا دوں گا۔ یہ بات آپ منبر پر کہا کرتے تھے۔ غالباً اکسٹھ میں یا باسٹھ میں پہلا اجتماع ہوا جس میں پندرہ سولہ ساتھی تھے۔ اور مجھے یہ سعادت حاصل ہے کہ وہ پہلا اجتماع یہاں اوپر جنگل میں ہماری زمینیں ہیں وہاں میرا ڈیرہ ہے میں وہاں

> یہ جو دین اسلام ہے اس کی عمارت میں پتھر نہیں، میرے صحابہ کی ہڈیاں لگی ہیں اور اس پر گارا نہیں، میرے صحابہ کا گوشت پوست لگا ہے اور یہ پانی سے نہیں بنایا گیا اس میں میرے صحابہ کا خون لگا ہے

تھا تو وہیں وہ اجتماع ہوا حضرت وہیں تشریف لائے۔ پندرہ سولہ یا اٹھارہ ساتھی ہونگے جو پہلا اجتماع ہوا تھا اور غالباً پندرہ سولہ دن کا تھا۔ میں ان دنوں اپنی کاشتکاری کے ساتھ سکول پڑھاتا بھی تھا۔ ترپیٹھ میں میرا تبادلہ ڈھلوال سکول کردیا گیا تو ترپیٹھ کا اجتماع بھی وہیں ہوا وہاں سے مجھے اگلے سال نور پور سکول بھیج دیا گیا تو اگلا اجتماع پھر نور پور میں ہوا۔ اور جوں جوں ساتھی بڑھتے گئے یہ میری سعادت تھی الحمدللہ اور اس کے بعد منارہ اجتماع ہونا شروع ہوگیا۔ قیام سکول میں ہو جاتا اور دال روٹی گھر سے آتی تھی۔ کتنے اجتماعات حالانکہ میں نے چونسٹھ میں ملازمت چھوڑ دی اسلئے کہ میں بزنس بھی کرتا تھا اور کول مائنگ بھی شروع کردی کاشتکاری بھی تھی تو میں نے ملازمت اس لئے چھوڑ دی تھی کہ میں دیانتداری سے ملازمت کر نہیں کرسکتا۔ مجھے اور بہت کام کرنے ہوتے ہیں، تو میں ادھر وقت نہیں دے سکتا اور مجھے مفت کی تنخواہ سے پناہ دے میں نے اس لئے چھوڑ دی تھی، ورنہ میرے ساتھ لوگ بزنس بھی کرتے رہے ملازمت بھی کرتے رہے، اور ابھی تک پنشن کھا رہے ہیں اور ابھی تک اُن کا بزنس بھی ہے لیکن میں نے الحمدللہ حضرت جیؒ کی صحبت اور شفقت کی وجہ سے یہ سمجھا کہ میں ملازمت کا کام دیانتداری سے نہیں کرسکتا میں چونکہ اپنے کام کرتا ہوں اس لئے میں نے چھوڑ دی اور الحمدللہ' اللہ کریم نے مجھے اتنا دیا کہ میں اُن دنوں سے آج تک حکومت کا انکم ٹیکس ادا کرنے والا شخص ہوں۔ اُس زمانے میں کوئی کوئی شخص انکم ٹیکس ادا کیا کرتا تھا میرے ساتھ جن لوگوں کے کاروبار تھے اُن کے دو دو کروڑ کے اسلام آباد میں گھر ہیں اور جو نئی گاڑی آتی ہے۔ پچھلے دن مجھے ایک دوست ملا اُس کے پاس میرا خیال ہے اسی لاکھ سے زائد کی گاڑی تھی یہ نئی لینڈ کروزر جو آئی ہے انہوں نے زمینیں بھی لے رکھی ہیں۔ اس لئے کہ لوگوں نے کمایا اور وہ خرچتے رہے۔ میں نے بھی بے حساب کمایا مجھ پر بھی اللہ کا بڑا احسان ہے لیکن میں نے تب سے آج تک الحمدللہ اپنا اور جماعت کا پیسہ الگ نہیں سمجھا۔ میری ضرورت اُس وقت بھی محدود تھی میں اُس وقت بھی لسی

سے دوپہر کا کھانا کھاتا تھا اور شام کا کھانا دودھ کے ساتھ آج بھی میں بہت تھوڑا سالن کھاتا ہوں شام کا کھانا دودھ کے ساتھ اور دوپہر کا سی کے ساتھ کھاتا ہوں میری ضرورت اُس وقت بھی اتنی تھی آج بھی اتنی ہے۔ اُس وقت سے لیکر ۸۲ء تک جتنا جماعت کا کام ہوا۔ حضرت جیؒ جہاں تشریف لے جاتے مجھے یہ شرف حاصل تھا کہ میں ہم رکاب ہوتا مجھے یہ شرف حاصل تھا کہ میری ہی گاڑی ہوتی تھی، میں ہی ڈرائیور ہوتا تھا، میرا ہی اسلحہ ہوتا تھا میں ہی گارڈ ہوتا تھا۔ اور یہ سب لوگ جو آج اعتراض کر رہے ہیں یہ ہفتوں میرے گھر پہ مقیم رہتے تھے اور انہیں پتہ ہوتا تھا کہ میرے گھر والے جماعت کے لئے خود کھانا بناتے ہیں۔ اور میں نوکروں کو نہیں اٹھوایا کرتا تھا جماعت کا کھانا بڑے سے ٹوکرے میں ڈال کر درمیان میں دیگچہ یا ہنڈیا رکھ کر میں سر پہ اٹھا کر لے جاتا تھا اور اُس وقت کے کئی ساتھی اب بھی موجود ہیں جو یہ سوچا کرتے تھے کہ یہ دیگچہ یا ہنڈیا چھوٹی ہے۔ ٹوکرے میں گنتی کی روٹیاں ہیں اور لوگ تو بہت زیادہ ہیں لیکن کبھی روٹی کم نہیں ہوا کرتی تھی۔ ہانڈی بچ جایا کرتی تھی۔ اگرچہ وہ ساتھی اب بھی ایسے بقید حیات ہیں جنہوں نے وہ ٹوکرے اٹھائے مجھے دیکھا اور وہ سوچا کرتے تھے کہ یہ ایک ٹوکرا روٹیوں کا ہے اور اُس کے درمیان میں بھی ہانڈی پڑی ہے تو لوگ تو بہت زیادہ ہیں یہ تو کم پڑ جائے گی لیکن جب تقسیم ہوتی تو روٹیاں بچ جاتیں۔ ہانڈی بچ جاتی اور ساتھی بھی سیر شکم ہو جاتے۔ ۸۲ء تک یہ سلسلہ چلا نہیں بائیس سال کسی سے کوئی نذرانہ، کوئی ہدیہ لنگر کے لئے قبول نہیں کیا جاتا تھا۔ کسی سے گاڑی کا پٹرول نہیں مانگا جاتا تھا۔ کسی سے کرایہ نہیں لیا جاتا تھا کسی سے کوئی فنڈ نہیں لیا جاتا تھا اگر کوئی حضرت جیؒ کی خدمت کرنا چاہتا تھا تو وہ بھی بہت معمولی اور ذاتی طور پر حضرت جیؒ بھی کم قبول فرماتے تھے اگر کسی نے کپڑے کا جوڑا دے دیا یا کوئی جوتوں کا جوڑا لے آئے یا

بارگاہ نبوی ہی سے ارشاد ہوا کہ لوگ اب دوسری طرح گمراہ ہونا شروع ہو گئے ہیں اور بے دین لوگ پیری کا لبادہ اوڑھ کر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ اس لئے لوگوں کو سلوک سکھائیے اور اسے عام کیجئے

کوئی کھانے کی چیز لے آئے کھانا جو آتا تھا فروٹ آتے تھے عموماً ساتھیوں میں تقسیم ہو جاتے تھے اور جو کوئی گھر کے لئے کوئی چیز دے دیتا کسی نے کوئی لوٹا بنوا کر دے دیا کوئی لوہے کا لوٹا بنوا لایا یا کوئی سوئی لے آیا کسی نے کوئی جائے نماز دے دیا کوئی فنڈز وغیرہ نہیں تھے۔

پھر دارالعرفان کی بنیاد پڑی تو یہ بھی اللہ نے مجھے سعادت بخشی یہ ساری زمین میری تھی۔ میں نے اللہ کی راہ میں دارالعرفان کو دی اور اُس پہ الحمدللہ کوئی پیسہ پائی نہیں لیا۔ دارالعرفان میں جب اجتماع شروع ہوا تو ساتھیوں کو بھی یاد ہوگا کرنل مطلوب صاحب نے ایک سسٹم بنایا کہ دو روپے یا ڈیڑھ روپیہ فی بندہ جو بھی رات رہے دے جائے۔ مجھے یاد نہیں دو دن یا تین دن انہوں نے چلایا تو حضرت جیؒ نے سختی سے منع کر دیا کہ مشائخ بالا بھی ناراض ہو رہے ہیں کہ یہ کوئی چندہ کرنے کی جگہ ہے، لنگر اللہ کا ہے، وہ دے گا کوئی دے، اُس کی مرضی، کوئی نہ دے اُس کی مرضی، یہ اللہ کا لنگر ہے۔ اہل اللہ کا لنگر ہے اور اُس کے لئے اللہ اہتمام فرمائے گا۔ اللہ کا شکر ہے ایک اجازت ہوگئی اُس وقت سے کہ جو ساتھی اس میں شرکت کرنا چاہیں وہ شریک ہو جاتے ہیں انہیں کوئی منع نہیں کرتا لیکن یہاں آنے سے پہلے کسی ساتھی سے کوئی چیز قبول نہیں کی جاتی تھی۔ جب سے یہاں آیا حضرت جیؒ اکثر قیام فرمایا کرتے تھے گرمیوں میں اکثر اجتماع کے علاوہ بھی میرے غریب خانے پہ تشریف لے آتے تھے اکثر قیام فرماتے تھے اور گرمیوں میں خصوصاً چونکہ یہاں موسم اچھا ہوتا ہے سردیوں میں بھی تشریف لے آتے تھے اپنا گھر سمجھتے تھے اور اگر ادھر نہیں آتے تھے تو میں حاضر ہو جاتا تھا۔ مجھے ربع صدی کی رفاقت میں یہ یاد ہے کہ کبھی ہم دو ہفتے حضرت سے الگ نہیں رہا کرتے تھے اس سے کم عرصے میں حاضر ہو جایا کرتے تھے برداشت نہیں ہوتا تھا، الگ رہ نہیں سکتے تھے اور پھر ہفتوں ساتھ رہتا تھا۔ اور بڑے بڑے معرکے ہوتے تھے جن کا قصہ طویل ہے پھر یہاں شروع ہو گیا الحمدللہ۔

حضرت جیؒ پر بے شمار مصیبتیں خاندان کی طرف سے، گھر والوں کی طرف سے آئیں ایک

ہی بنتا تھا اُس کی طرف سے بھی عجیب امتحان الٰہی ہوتے ہیں اور ابتلا الٰہی ہوتا ہے لیکن آپؒ استقامت اور عزیمت کے پہاڑ تھے کبھی ہم نے آپؒ کو پریشان نہیں دیکھا۔ عجیب اتفاق یہ ہوا الحمدللہ اُس زمانے میں بھی میرے پاس گاڑیاں تھیں، ملازم بھی تھے۔ اچھے گھر بنائے سیتھی میں بنایا، منارے میں بنایا، اُس زمانے کے اعتبار سے اتنے اچھے تھے کہ جو آج کے زمانے کا ساتھ بھی دے رہے ہیں۔ میرے ساتھ والے لوگوں نے باہر زمینیں خریدیں میں نے باہر کی بجائے یہیں خریدیں۔ اس لئے کہ باہر کی زمینیں آدمی کو وہاں مصروف کر دیتی ہیں اور میں زمین سے زیادہ سلسلے کا کام کرنا چاہتا تھا۔ تو یہاں چونکہ بے شک بارانی سہی تھوڑی سہی لیکن یہیں بیٹھ کر کنٹرول ہوسکتی ہے اب اگر ملتان میں یا بہاولپور میں آٹھ دس مربع لئے ہوئے ہوتے تو یہاں بیٹھ کر وہاں کام مشکل ہو جاتا تھا جب میرے ساتھ کے سارے لوگوں نے خریدے تو میں نے نہیں خریدے یہاں ضرور خریدی اور ایک عجیب اتفاق ہوا کہ پرانے ساتھی مولوی سلیمان ہوا کرتے تھے جو حلقے میں ہم ہی لائے تھے اور مجھے یاد ہے جس دن انہیں حلقے میں لیا گیا تھا پھر وہ بھی پیر بن گئے لیکن شروع میں جب میرا ایک زمین کا سودا تھا تو وہ کہنے لگے کہ بھئی یہ تو تقویٰ کے خلاف ہے فتویٰ تو صحیح ہے اُن کے الفاظ تھے فتویٰ اور تقویٰ تو مجھے بڑی حیرت ہوئی اور میں پھنس گیا تھا میں نے کہا میں آدھی قیمت دے دیتا ہوں تو جو بیچ رہا ہے وہ تو غریب آدمی ہے۔ اُس نے خرچ کر لی ہے اب یہ مولانا کہہ رہے ہیں خریدو نہیں تو میں تو پھنس گیا میں اُسے کہوں گا کہ میں تو نہیں لیتا تو وہ کہے گا جب بکے گی تب پیسے لے لینا اُس کے پاس تو نہیں ہیں تو میں گھبرا کر حضرت جیؒ کی خدمت میں گیا کہ حضرت جیؒ یہ مولانا مجھے اس طرح کہہ رہے ہیں تو فرمانے لگے یہ بے وقوف آدمی ہے اسے سمجھ نہیں ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اولاد کو محتاج چھوڑنے کی بجائے انہیں کوئی صاحب حیثیت بنا کر جاؤ اگر کر سکتے ہو، اگر اللہ نے تجھے توفیق دی ہے تو اولاد کو روزی کا محتاج چھوڑ کر نہ جاؤ اُن کے لئے کچھ بنا کر جاؤ۔

کسی کو بارگاہ رسالت میں حاضری کا شوق ہو تو وہ میرے پاس آئے سادہ غذا دوں گا، رات کو جگا کر رکھوں گا، اللہ اللہ کرائوں گا اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرا دوں گا۔

تو تب جان میں جان آئی لیکن میں نے نور پور میں، سیتھی میں، یہاں نیچے یہ ساری جو زمین خریدی حضرت جیؒ کی زندگی میں آپؒ کے سامنے خریدی گاڑیاں آپؒ کے سامنے میرے پاس آپؒ کی خدمت کے لئے میرے پاس تھیں گھر بنائے حضرت جیؒ کی زندگی میں بنائے کوئی چندہ نہیں ہوتا تھا کسی کے چندے کا کوئی حصہ نہیں تھا پھر آخر عمر میں جو تکلیف حضرت جیؒ کو چند ساتھیوں نے دی اتنی رشتہ داروں نے نہیں دی۔ وہ اُس وقت کے ساتھیوں کو بھی یاد ہوگا کہ ان کا ایک ہی مطالبہ ہوتا تھا کہ حضرت جیؒ آپ وصیت لکھیں آپ دفن کہاں ہوں گے؟ آپؒ کی قبر کہاں ہوگی؟ آپ کا جانشین کون ہوگا؟ اور مجھے حیرت ہوتی تھی کہ یہ بدنصیب حضرت کی زندگی کی بجائے موت کی جلدی انہیں کیوں پڑی ہوئی ہے۔ موت اپنے وقت پر آئے گی اور جو بعد میں ہونا ہے جس نے اتنا نظام بنایا ہے کہ ایک ہستی کو تین صد پہلے وہاں چلا کے لایا پھر تین صدیوں بعد اُن سے روحانی فیض کا ایک چشمہ جاری کیا۔

الانتباہ فی سلاسل اولیا اللہ میں شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں کہ یہ نسبت اویسیہ عجیب ہے بہت سے سلاسل کا ذکر اُس میں کیا ہے کم از کم چودہ پندرہ کا پھر فرماتے ہیں یہی نہیں ہیں بہت سے ہیں جو معدوم ہو گئے ہیں جنہیں کوئی نہیں جانتا لیکن نسبت اویسیہ وہ آخر میں اس کا تذکرہ کر کے لکھتے ہیں کہ یہ عجیب ہے کہ یہ کبھی تو زیر زمین چلی جاتی ہے اور صدیوں غائب ہو جاتی ہے جیسے کوئی دریا ریت میں جذب ہو جائے۔ اور پھر جب اس کا چشمہ پھوٹ نکلتا ہے پھر ہر طرف یہی ٹھاٹھیں مارتی نظر آتی ہے اور سمندروں کی طرح چھا جاتی ہے۔ تو تین صدیوں بعد حضرت جیؒ وہاں تشریف لے گئے اور یہ نسبت اویسیہ کا چشمہ پھوٹا اور ایسا پھوٹا کہ آج یہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مجالس ذکر کر رہا ہے۔ روزانہ صبح و شام روئے زمین پر ہر ملک میں کمپیوٹر

ایجاد ہوا اور اُس پہ انٹرنیٹ آیا تو یہ سہولت الحمدللہ ہمیں ذکر الٰہی کے لئے نصیب ہوگئی کہ روئے زمین پر صبح شام ساتھی ذکر کرتے ہیں اور اسی مرکز کے ساتھ مل کر کرتے ہیں۔

جب یہ بہت شور اٹھا تو میں نے حضرت جیؒ سے عرض کیا تھا کہ حضرت یہ بڑی انہوں نے کھپ مچائی ہوئی ہے کہ ان کو آپ کو رخصت کرنے کی جلدی ہے میری عرض یہ ہے کہ میں ایک زمیندار آدمی ہوں، ہمارے ہاں پیری مریدی نہ باپ دادے میں ہے نہ ہمیں اس کی سمجھ ہے ہم کاشتکار لوگ ہیں تو کم ازکم میری گزارش یہ ہے کہ میں نے جس طرح اللہ نے مجھے یہ سعادت بخشی کہ آپؒ کی خدمت کی جسے آپؒ اپنا جانشین بنائیں گے وہ مجھے اپنا اُسی طرح خادم پائے گا۔ کیونکہ آپؒ کی خدمت میں اپنی اصلاح کے لئے آیا تھا، پیر بننے کے لئے نہیں آیا وہ ہوئی یا نہ ہوئی اللہ جانے لیکن مقصد وہ تھا اور میں اُسی تک رہوں گا لہذا مجھے معاف رکھا جائے۔ میں نے تو عرض کر دی لیکن عجیب بات یہ ہوئی کہ جب آپؒ لنگر مخدوم آخری اجتماع پہ تشریف لے گئے تو وہ کیسٹ اب بھی موجود ہے ساتھیوں کے پاس بھی ہے چھپی بھی ہے تو آپؒ نے مختلف ارشادات فرمائے جس میں آپؒ نے فرمایا کہ شاید اگلے اجتماع پر ہم دوبارہ جمع نہ ہوں میں نہ آسکوں آپؒ کے الفاظ تھے۔ تو اُس میں آپؒ نے تین نام تجویز فرمائے کہ میرے بعد یہ تین بندے ہوں گے۔ جن میں سے روحانی بیعت کرانے کا حق میں صرف اس ایک بندے کو دے رہا ہوں اور وہ ذمہ داری آپؒ نے مجھ پر ڈال دی۔ جن دو ساتھیوں کو اجازت فرمائی انہیں فنا فی الرسول ﷺ تک مراقبات کرانے کی اجازت فرمائی۔ منازل بالا کی اجازت بھی نہیں فرمائی اور روحانی بیعت کی اجازت بھی نہیں فرمائی اور حضرت جیؒ کے اپنے الفاظ میں وہ کیسٹ آج بھی موجود ہے فرمایا یہ تربیت کریں گے مراقبہ فنا فی الرسول ﷺ کروائیں گے لیکن

حضرت جیؒ استقامت اور عزیمت کے پہاڑ تھے کبھی ہم نے آپؒ کو پریشان نہیں دیکھا۔

بیعت کے لئے اس کے پاس بلکہ میرا نام لے کر فرمایا کہ "اکرم" کے پاس لیکر جائیں گے روحانی بیعت کی اجازت صرف اسی ایک آدمی کو ہوگی۔ عجیب بات ہے کہ حضرت جیؒ کے وصال کے بعد دونوں یہاں میرے پاس تشریف لائے کہ جیؒ یہ تین نہیں ہمیں صرف ایک مرکز چاہئے ایک نے کہا میں ملازم ہوں مجھ سے یہ بوجھ نہیں اٹھایا جاتا۔ دوسرے نے بھی کہا میں ملازمت کرتا ہوں مجھ سے یہ بوجھ نہیں اٹھایا جاتا ہماری ذمہ داری بھی آپ ہی لیں اور دونوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور باقی ساری جماعت کو بھی کروائی۔ اب یہ اُن کی اپنی قسمت کہ یہ سارا کچھ کرنے کے بعد پھر انہیں خیال آیا کہ نہیں، جی یہ پیری والا شعبہ تو اچھا ہے۔ لوگ ہاتھ، پاؤں، چومتے ہیں پھر انہیں بھی اعتراض یاد آ گئے اُس وقت اعتراض کہاں تھے جب آپ بیعت کر رہے تھے کیا مجبوری تھی۔ بہرحال یہ زندگی کا ایک حصہ ہے ہوتا چلا آیا اور ہوتا جارہا ہے۔

تو جو الزام انہوں نے لگائے ہیں کہ انہوں نے زمینیں خرید لیں، گاڑیاں خرید لیں، جب ان کے پاس گاڑیاں نہیں تھیں تب میرے پاس گاڑیاں تھیں جب ان کے پاس گھر نہیں تھے تب میں زمیندار بھی تھا اور میرے پاس گھر بھی تھے انہوں نے بعد میں گھر بنائے۔ مجھ پر اللہ کریم کا یہ احسان ہے کہ میں ہمیشہ گاڑی رکھا کرتا تھا ایک موقعہ ایسا آیا جب حضرت جیؒ نے اپنے بچوں کے لئے زمین خریدی تو حضرت جیؒ نے مجھے پیغام بھیجا کہ بھئی کچھ پیسے چاہیں میں نے زمین کا ایک سودا کیا ہے۔ کاروباری لوگ جانتے ہیں کہ ہم جو کاروباری لوگ ہیں ہمارے پاس کسی وقت کروڑوں ہوتے ہیں اور کسی وقت دھیلا بھی نہیں ہوتا پیسے کبھی انوسٹ ہو جاتے ہیں تو واپسی تک ہمیں انتظار کرنا پڑتا ہے اور کاروباری لوگ جانتے ہیں کہ ہم صرف کچھ خرچہ رکھ کر باقی سارا انوسٹ کر دیتے ہیں پھر جب آتا ہے تو کچھ ساتھ لے آیا ہے تو کبھی بہت پیسہ پاس ہوتا ہے اور کبھی صرف کاغذوں میں ہوتا ہے کہ ہم بڑے سیٹھ ہوتے ہیں کہ اتنے وہاں سے آنے ہیں اتنے وہاں سے آنے ہیں آئیں گے تو دیکھا جائے گا۔ تو میری صورتحال کچھ ایسی تھی

کہ میرے پاس اُس وقت کیش نہیں تھا حضرت جیؒ کا پیغام آ گیا اور یہی کرنل مطلوب مردان سے مجھے ملنے یہاں آیا میں نے ڈرائیور سے کہا کہ گاڑی کرنل مطلوب صاحب کے ساتھ لے جاؤ پنڈی کسی شوروم پر جتنے کی بک جائے اتنے کی بیچ دو اور واپس گھر نہ آنا ادھر سے پیسے حضرت جیؒ کو دے کر آنا یہ خود گواہ ہے کہ اس نے بیچی تھی اور اس زمانے میں چھبیس ہزار کی بکی تھی۔ غالباً حضرت جیؒ کو پچاس سے کچھ زیادہ چاہیے تھے کچھ کا انتظام ہو گیا باقی کی وہ گاڑی بیچ کر وہ ڈرائیور وہیں سے بس میں بیٹھ کر وہ سارے پیسے لیکر حضرت جیؒ کی خدمت میں پہنچ گیا وہ پیسے پیش کئے تو حضرت جیؒ نے پوچھا گاڑی کہاں کھڑی کی ہے؟ آپؒ کا مزاج تھا کہ کہاں چھوڑ آئے ہو گاڑی کہیں دھوپ میں کھڑی کر دی۔ اُس نے کہا کہ جی وہی گاڑی بیچ کر پیسے لایا ہوں تو آپؒ نے فرمایا اتنی مجبوری تو نہیں تھی یار۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ جس دن میں نے وہ گاڑی بیچی حضرت جیؒ کی خدمت کے لئے اس کے بعد سے لیکر آج تک میرے پاس ہمیشہ ایک سے زیادہ گاڑیاں رہیں۔ اُس وقت میرے پاس سواری کی ایک گاڑی ہوتی تھی ٹرک ہوتے تھے، چونکہ ہمارا بزنس ایسا تھا ٹریکٹر ہوتے تھے، وہ بھی گاڑیاں ہی ہیں وہ بھی اُس وقت ہوتے تھے اور اپنے کام کے لئے کاروبار کے لئے، رکھے ہوئے ہوتے تھے لیکن سواری کی گاڑی کار ایک ہی ہوتی تھی۔ یہ عجیب کرامت ہے حضرت جیؒ کی کہ جس دن سے وہ گاڑی میں نے پیش کی اُس کے بعد سے میرے پاس ہمیشہ دو سے زائد ہی رہی ہیں کبھی ایک گاڑی نہیں رہی کہیں نہ کہیں سے کوئی نہ کوئی سبب خریدنے کا بن جاتا ہے اور ہو جاتا ہے۔ میں نے کسی چندے سے گاڑیاں نہیں خریدیں چندے نہیں تھے تب میرے پاس گاڑیاں تھیں الحمدللہ اب بھی جماعت کے لئے جتنا کام میری گاڑیاں کرتی ہیں یہ گاڑیاں میں جماعت کے پیسے سے نہیں ذاتی پیسے سے خریدتا ہوں۔ کام الحمدللہ جماعت کا کرتی ہیں لیکن ان کی خرید میں کوئی چندہ یا کوئی پیسہ نہیں لیا جاتا یہ میرا ذاتی ہوتا ہے اللہ نے مجھے بہت دے رکھا ہے۔

حضرت جیؒ نے زمین خریدی تو آپؒ پر بھی انہوں نے کچھ لوگوں نے الزام لگائے اور اُن الزام لگانے والوں میں بریگیڈیئر اکرم صاحب بھی تھے اسے میں نے ملامت کر کے اُس وقت بچایا تھا اور میں نے اسے سمجھایا تھا کہ تم لوگ زمیندار نہیں ہو، عام گھرانوں کے لوگ ہو فوج میں چلے گئے افسر بن گئے زمین کی حیثیت کا کاشتکار اور زمیندار کو پتہ ہوتا ہے تم لوگوں کا سرمایہ بنک ہوتا ہے ہم لوگوں کا سرمایہ یہی زمین ہوتی ہے جو ہم آنے والی نسلوں کیلئے چھوڑ جاتے ہیں۔ پھر میں نے اسے یہ بھی بتایا ایک وقت ایسا بھی آیا سید انور شاہ کشمیریؒ اس دور میں متقدمین کی مثال تھے آپؒ نے بخاری شریف کی شرح چودہ جلدوں میں عربی میں لکھی بے شمار تصنیفات لکھیں۔ اور اس عہد میں سید انور شاہ کشمیری پہلے قرون اولی کے علماء کی طرح تھے متقدمین کی مثال تھے لیکن آپؒ نے زندگی میں گھر بھی نہ بنایا اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپؒ کے وصال کے بعد آپؒ کی اولاد بہت رُسوا ہوئی نہ دنیا رہی نہ دین رہا۔ اُن کا ایک فرزند تھا قیصر نامی مجھے خط لکھا کرتا کسی نے میرا پتہ دیا ہوگا اپنی حالت زار بیان کرتا تو میں یہاں سے اسے ہندوستان پیسے دیوبند بھیجا کرتا تھا۔ تب یہ کرنل مطلوب ایک علاقے میں رہتا تھا وہاں اس نے گھر بنوایا تھا تو میں اسی کے گھر بیٹھا تھا تو ایک نو عمر سا لڑکا اُس نے پُرانا سا پاجامہ پہنا ہوا اور پھٹا ہوا کرتہ پریشان حال اور ایک سستی سی سگریٹ لگائی ہوئی اور کش لگاتا ہوا آ رہا تھا اور ساتھ ایک بڑھیا خاتون ہے اور اس کا سیاہ رنگ کا پھٹا ہوا برقعہ ہے اور ٹوٹی ہوئی چپلیاں اور بُرے حال میں تب تک وہ حضرت کا بیٹا فوت ہو چکا تھا تو میں حیران ہوا میں برآمدے میں شاید بیٹھا تھا یہ خود اس بات کے گواہ ہیں کہ اس بات کے کہ میں حیران ہوا میں نے پوچھا کہ آپ لوگ کون ہیں؟ تو اُس بی بی نے بتایا کہ میں سید انور شاہ کشمیریؒ کی بہو ہوں اور یہ اُن کا پوتا ہے۔ تو جو خدمت ہو سکی وہ کی اور یہ واقعہ میں نے اِس بریگیڈیئر اکرم کو بھی سنایا اور پھر بتایا کہ اس وقت اگر سید انور شاہ کشمیریؒ انہیں دال روٹی کے لئے کچھ جگہ دے جاتے تو یہ حشر تو نہ ہوتا۔

حضرت جیؒ کی اولاد اگر نیک نہ ہو نہ سہی صوفی نہ ہو نہ سہی، گداگر تو نہیں ہے کسی کے پاس مانگنے تو نہیں جاتی اِس لئے کہ حضرت جیؒ خود پہلے بھی زمیندار تھے پھر زمین خریدی اور فرمایا

کرتے تھے حضرت کی کیسٹ میں موجود ہے کہ میری زمین کے پیسے بھی اکرم نے دیئے ہیں۔ آج انہیں کیسے خیال آگیا؟ کہ میں نے ان کے فنڈز سے زمین خریدی ہے اور حضرت جیؒ کی اپنی زبان مبارک میں اور اپنی آواز میں کیسٹ میں موجود ہے جہاں تک افغانستان کا تعلق ہے الحمدللہ ہم سے جو کام ہوسکا ہم نے کیا ہے آئندہ بھی دین کی حمایت میں جہاں بھی اور جو کام بھی ہوسکا وہ کریں گے اُس میں کوئی غلط فہمی نہیں ہے کبھی اس بات کو چھپا کر نہیں کیا اور نہ آئندہ چھپا کر کریں گے جن ساتھیوں نے اُس میں حصہ لیا اللہ اُن کا حصہ قبول فرمائے لیکن میں نے جب پہلی تقریر حضرت جیؒ کے مزار پر کی تھی اُس کا ریکارڈ بھی موجود ہے تو میں نے یہ کہا تھا کہ اگر جماعت کا اختیار میرے پاس ہے۔ تو کوئی بندہ مجھے چندہ نہ دے اور جو دے گا میں اُس کو حساب نہیں دوں گا۔ جسے اعتبار ہو وہ دے جسے نہیں وہ نہ دے۔ یہ بڑی سیدھی سی بات ہے اور یہ آج بھی ریکارڈ پر موجود ہے کہ میں ہر بندے کے سامنے جوابدہ نہیں ہوں میں جانوں میرا رب جانے اور جسے اس بات پہ اعتبار نہیں وہ مجھے نہ دے۔ تب سے آج تک انیس بیس سال گزر گئے کبھی کسی نے پوچھا ہے کہ کس نے کتنا چندہ دیا اور کس نے نہیں دیا۔ اجتماعات میں میں نے کبھی یہ بات نہیں کی لیکن پچھلے کئی سالوں سے کہ جو منتھلی اجتماع ہوتے ہیں یہ کرنل ابراہیم موجود ہیں پچیس سے لیکر پینتالیس ہزار تک بجلی کا بل آتا ہے اتنا خرچ ساتھیوں کا جمع نہیں ہوتا جس سے بل دیا جاسکے یہ تین سال سے میں دیتا ہوں۔ پچھلے تین سال سے اگرچہ سارا گوشت اُس ریوڑ کا پکتا ہے جو میں نے اس غرض سے پالا ہوا ہے۔ کل بھی میرے دو جانور ذبح ہوئے جو شام کا آپ کا کھانا بنا۔ یہ میں احسان کے لئے نہیں کہتا یہ اللہ کا مجھ پر احسان ہے کہ وہ میرا مال قبول فرماتا ہے۔ پچھلے سال یہاں ہمارے علاقے میں کسی کی گندم نہیں ہوئی میں نے ٹیوب ویل لگا رکھے ہیں میری پانچ سو من گندم ہوئی

سید انور شاہ کشمیریؒ نے زندگی میں گھر بھی نہ بنایا اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپؒ کے وصال کے بعد آپؒ کی اولاد بہت رسوا ہوئی اور نہ ہی دنیا رہی نہ دین رہا۔

میں نے اُس میں سے نوے بوری وہ بیچ دی جو ٹریکٹروں کا اور تیل کا خرچ تھا میں نے پورا کرلیا باقی شاید میں نے زیادہ سے زیادہ تین من چالیس من رکھی ہوگی کیونکہ میرے دو گھر ہیں۔ باقی یہاں دارالعرفان میں سٹور کردی اور اجتماع میں ساتھی کھاتے رہے اور ہمیشہ اس طرح ہوتا ہے۔ الحمدللہ کہ جو کچھ بچتا ہے وہ یہاں آجاتا ہے اور میں نے کبھی پیسے کا اور کبھی غلے کا اور کبھی جنسی کا کبھی حساب کیا نہیں اس لئے نہیں کہ کسی پر احسان کر رہا ہوں اس لئے کہ اپنے لئے زادِ آخرت جمع کر رہا ہوں اس لئے کہ شاید کون ایک لقمہ کھائے اور اللہ اُس بات پہ راضی ہوجائے۔

کوئی ایسا اللہ کا بندہ یہاں آجائے جس پہ اللہ راضی ہوجائے وہ کسی پر احسان کرکے نہیں، لہٰذا اللہ کا مجھ پر احسان ہے کہ میں صاحب حیثیت آدمی تھا صاحب حیثیت ہوں۔ اُس وقت میرے پاس گاڑیاں تھیں جب ان میں سے کسی کے پاس نہیں تھی اُس وقت میرے پاس ملازم تھے جب ان میں سے کسی کے پاس نہیں تھے اور اُس وقت میرے پاس دنیا کی مشہور رائفلیں ہوا کرتی تھیں جو شاید پاکستان میں اب بھی کسی کے پاس نہ ہو۔ کینیڈا میں ایک رائفل بنی تھی ۲۸۰ راس جس میں سٹیل بلٹ فائر ہوتی تھی اور دنیا میں واحد رائفل بنی ہے۔ جس میں سٹیل بلٹ فائر ہوتی ہے وہ دیواریں توڑنے اور مورچے توڑنے کیلئے میں نے وہ بھی منگوائی تھی اور ابھی تک میرے پاس پڑی ہے۔

یہ میرا اپنا ایک شوق تھا ساری عمر میں نے پہاڑوں میں گزاردی اُس میں شکار بھی میرا اپنا شغف تھا اور سیدنا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا وہ قول مجھے ہمیشہ یاد رہا کرتا تھا وہ شکار کیا کرتے تھے تو کسی نے عرض کیا کہ آپؒ خواہ مخواہ شکار پہ وقت ضائع کرتے ہیں تو ایک پاؤ گوشت قصاب سے لے آؤ۔ فرماتے تھے جہاد کی ٹریننگ بھی ہوتی ہے، لڑائی کا فن بھی آتا ہے، اور بہترین حلال رزق ہے جو براہ راست اللہ سے بندہ لے لیتا ہے درمیان میں نہ کوئی دکان دار ہے، نہ قصاب ہے، کوئی اللہ کا جانور ہے ہم شکار کرتے ہیں اللہ کے نام پہ ذبح کرتے ہیں، اور کھاتے ہیں

دنیا میں بہترین حلال ہے۔ تین باتیں ہوتی ہیں لڑائی کی ٹریننگ بھی ہوتی ہے جسمانی ورزش بھی ہوتی ہے اور بہترین حلال بھی ملتا ہے۔ تو میری ساری زندگی اُس میں گزری الحمدللہ۔ اب بھی اللہ کا مجھ پر احسان ہے بے شمار لوگوں سے زیادہ آسودہ حال ہوں۔ میں ایک کماتا تھا اب میرے ساتھ میرے پانچ بیٹے بھی شامل ہیں جن میں سے ہر ایک صبح آٹھ بجے اپنے کام پہ لگتا ہے اور شام تک کام کرتا ہے۔ میں بچوں کو منع کرتا رہتا ہوں کہ رات ہوگئی ہے لیٹ ہوگئے ہو، گھر چلے جاؤ۔ لیکن وہ رات نو نو، دس دس بجے تک اپنی اپنی جگہ بیٹھے کام کر رہے ہوتے ہیں ایک کماتا تھا تو اللہ کا اتنا احسان تھا اب ہم چھ کماتے ہیں میں بھی اپنا کام آج بھی اتنا ہی کرتا ہوں جتنا پہلے کرتا تھا۔ حالانکہ بچے مجھ سے لڑتے ہیں لیکن نہیں، میں جب تک زندہ ہوں۔ میں زندہ ہوں زندہ آدمی مردہ کیسے بن سکتا ہے۔ تو مردے کی طرح بے کار ہو کر پڑا رہنا۔ کما کر کھانے کی لذت ہی اور ہے، لطف ہی اور ہے اور کما کر کھلانے میں مزا ہے کہ آدمی اتنا کمائے کہ مخلوق کھائے میرے پاس اللہ کی ایک مخلوق پلتی ہے کوئی ٹریکٹروں پہ ملازم ہے کوئی جانوروں کو پالنے کے لئے ملازم ہے، یہ جتنا دودھ آپ خرچ کرتے ہیں اُس کے لئے بھی جانور ہیں رکھے ہوئے دودھ ساری اکیڈمی کو بھی وہ سپلائی کرتے ہیں۔ انشاء اللہ اجتماع میں بھی جتنا گوشت لگے گا سارے اپنے جانور ذبح ہوں گے میں بیچا نہیں کرتا جتنا وہ بڑھوتری ہوتی ہے۔ اور اللہ کی شان ہے کہ تیس تیس، چالیس چالیس بھیڑیں بکریاں ذبح ہو جاتی ہیں اگلے سال اجتماع سے پہلے وہ اتنی اور تیار ہو جاتی ہیں ہمیں خریدنی نہیں پڑتیں۔ انہی میں اللہ برکت دیتے ہیں اور وہ پھر زیادہ ہو جاتی ہیں ہم پھر ذبح کر دیتے ہیں وہ پھر ہو جاتی ہیں اللہ کی شان ہے۔ تو یہ محض ایک شوق تھا۔

آپ جانتے ہیں ہمارے علماء جب اردو ترجمہ کرتے ہیں تو وہ عربی کا مفہوم کما حقہٗ ادا نہیں ہو پاتا قرآن حکیم میں جب آتا ہے شیطان کے بارے تو اللہ فرماتے ہیں۔

الحمدللہ مجھ پر اللہ تعالی کا احسان ہے اور حضرت جی کے بعد میں اکیلا آدمی ہوں جو روحانی بیعت کرا سکتا ہوں اور جسے حضرت جی نے اجازت دی ہے۔

كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ. كَانَ ماضی کا صیغہ ہے کان استمرار کا صیغہ نہیں ہے جب اردو میں ترجمہ کرتے ہیں تو استمرار میں کر دیتے ہیں کہ ہو گیا باغیوں میں سے ہو گیا کافروں میں سے۔ نہیں، اصل ترجمہ یہ ہے کہ یہ تھا ہی کافر۔ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔ یہ کافروں میں سے ہی تھا آسمانوں پہ کیوں بٹھائے رکھا۔ کافر تھا فرمایا اس نے بھی اسلام کا ملمع لگا رکھا تھا میں نے بھی اسے چھوڑے رکھا کہ یہ خود اپنا بھانڈا پھوڑے گا میں نہیں پھوڑتا۔ فرماتا ہے میں جانتا تھا یہ کافر ہے یہ تھا ہی کافر۔ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ. میں جانتا تھا یہ کافر ہے لیکن اس نے چونکہ عبادت، سجدے اور محنت مجاہدے اپنی شہرت کے لئے کر رہا تھا میری رضا کے لئے نہیں۔ لیکن میں نے کہا اسے چلنے دو کب تک چلے گا۔ آخر امتحان آ گیا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا پڑا اُس نے کہا۔ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ. میں اُس سے بہتر ہوں۔ کافر ہو گیا فرمایا کافر ہوا نہیں، کافر تو تھا ظاہر ہو گیا۔ کافر تو پہلے سے تھا اس واقعہ سے ظاہر ہو گیا۔ کافر تو پہلے سے تھا۔

یہی حالات سلاسل تصوف میں ہوتے ہیں جس طرح ہجرت مدینہ کے بعد بے شمار لوگ مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو گئے لیکن وہ اقتدار کی شراکت، یا مالی منفعت، یا شہرت چاہتے تھے اور پھر منافقین کا طبقہ الگ ہو گیا اور نکھر گئے اور پتہ چل گیا کہ یہ منافق ہیں تین سو بندے لیکر ابن ابی عین اُحد کے میدان سے الگ ہو گیا اور پتہ چل گیا کہ یہ ان کا سردار ہے اور یہ منافق جا رہے ہیں تو جب بھی کوئی جماعت پھیلتی ہے خصوصی دینی جماعتیں جب پھیلتی ہیں تو اُن میں یہ چیزیں ہوتی ہیں اور حضرت عبدالرحیمؒ سے لیکر آج تک آپؒ کے ساتھ بھی کتنے لوگ حضرت جیؒ کی زندگی میں بھی، کتنے گئے پھر حضرت جیؒ کے بعد کتنے انقلاب آئے ایک اور اگر آ گیا تو کوئی بڑی بات نہیں، یہ زندگی کا حصہ ہے۔ جہاں گندگی کا ڈھیر ہے وہاں سے بالآخر خباثت اور

بدبو ہی اٹھے گی کیا ہوگا۔ پھر عجیب بات ہے۔
جو دوسرے الزام انہوں نے کردار کے لگائے ہیں اُس کے بارے میں، میں بات نہیں کرنا چاہتا ایک بات ضرور کہوں گا کہ جہاں میں بیٹھا ہوں اس علاقے میں' میں پیدا ہوا ہوں اور اب میری عمر ایک کم ستر سال ہے۔ میں یہاں ہمارا قبائلی سا نظام ہے دشمنی دوستی کرتے ہیں ہم اعوان ہیں نسبتاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اولاد اور عربی النسل ہیں ہم میں اسلام ہو تو بڑے اچھے مسلمان ہوتے ہیں لیکن جب اسلام نکلتا ہے تو ہم بالکل ویسے ہو جاتے ہیں جیسے قبل اسلام کے عرب تھے اور اُسی طرح ہم نسلوں تک لڑتے' مرتے مارتے' چلے جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ ایک طبقہ ایسا ہی ہے اور ایک دوسرے کو قتل کرتے چلے آتے ہیں اور اُن میں ہمارے خاندان کے بے شمار لوگ بھی قتل ہوئے۔ ہمارے لوگوں نے مخالفوں کے بھی بڑے قتل کئے۔ مجھ پر بھی قتل کے پرچے مخالفوں نے دیے لیکن یہ اللہ کا احسان ہے کہ کسی مخالف نے بھی میرے کردار پر الزام نہیں لگایا۔ یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ یہاں میرا بچپن گزرا' لڑکپن گزرا' جوانی گزری' کسی دشمن نے بھی۔ جن کے ساتھ ہماری قتل کی دشمنی۔ ایک دفعہ مجھ پر قتل کا پرچہ دے دیا تھا میں کتنا عرصہ جیل میں بند رہا سیشن سے جا کر بری ہوا اور اُس وقت میری عمر سترہ سال تھی۔ جب میں 302 میں چالان تھا تب سے لیکر اب تک مقامی مخالفین ہیں اور یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس طرح کی واہیات بات کسی میرے مخالف نے بھی نہیں کی۔ یہ جن لوگوں نے کی ہیں ان کی بیٹیاں میری بھی بیٹیاں ہیں میرے گھر میں پلی ہیں میرے ساتھ رہی ہیں ان کی بیویاں مہینہ مہینہ یہاں آ کے رہی ہیں میرے ساتھ رہی ہیں کوئی اعتراض ہوتا تو اپنے گھر کی بات کرتے لوگوں کی باتیں کیوں کرتے ہیں۔ تمہارے لئے ایک بندہ نیک ہے اور دوسروں کے لئے وہ نیک نہیں ہے۔ بہر حال میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا اس کے لئے اتنی سی بحث کافی ہے اور مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں تھی چونکہ میرے ذمے یہ نہیں لگایا گیا کہ بہت سے لوگوں کو باندھ کر رکھنا ہے میرے ذمے یہ لگایا گیا ہے کہ جو طالب ہو جو آئے جس میں طلب ہو اُسے اللہ اللہ سکھاؤ۔ میرے ذمے یہ نہیں لگایا گیا کہ جو چھوڑ کر جانا چاہے اُسے رسی سے باندھ لو نہیں' یہ میری ذمہ داری نہیں ہے۔

الحمدللہ عمر کی تلخیوں سے میں اوپر جا چکا ہوں زندگی کے مسائل میرے بہت کم ہیں اور مجھ میں یہ قوت ہے کہ میں قوت مقابلہ رکھتا ہوں حادثات کا واقعات کا جو ہوتے ہیں اُن کو فیس (Face) کرتا رہتا ہوں میں نے اگر بات پرویز مشرف کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کر لی ہے تو یہ الف' ب' ج کوئی حیثیت نہیں رکھتے اور یہ مجھے جانتے ہیں ذاتی طور پر بھی جانتے ہیں۔

اور جو لوگ یہاں کیمپ میں موجود تھے اُن کو بھی پتہ ہے ہماری جنگ اقتدار کی جنگ نہیں تھی، ہم نے کبھی یہ نہیں کہا کہ حکومت ہمارے حوالے کر دو ہماری جنگ' انصاف کی جنگ تھی بس صرف یہ جنگ تھی کہ ہماری بات بھی سنی جائے لیکن اللہ گواہ ہے کہ اس پہاڑی علاقے میں جہاں پتھر کے نیچے بچھو یا سانپ ہے پورا رمضان احباب رہے کتنی عجیب بات ہے کہ سخت سردی تھی لیکن کیمپ میں نہیں ہوتی تھی بے شمار سانپ اور بچھو ہوتے تھے لیکن کیمپ میں کسی کو نہیں کاٹتے تھے بے شمار کتے اور گیدڑ ہوتے تھے لیکن پورا مہینہ کوئی گیدڑ یا کوئی کتا ہڈی اٹھانے کیلئے کیمپ میں داخل نہیں ہوا۔ کس نے سمجھا دیا جانوروں کو۔

افریقہ میں جب مسلمانوں کا لشکر پہنچا تو ایک جنگل میں امیر لشکر نے قیام کا حکم دیا تو انہیں عرض کیا گیا کہ یہاں تو بڑے درندے اور بڑے موذی جانور سانپ اور بچھو اور زہریلی مکھیاں ہیں، تو یہاں کیمپ نہ لگایئے انہوں نے فرمایا یہاں اونٹ کے دو تین پالان جوڑ دو ایک کے اوپر دوسرا تیسرا وہ اوپر چڑھ گئے انہوں نے اٹھ کے صدا لگائی کہ اے جنگل کے باسیوں! میں محمد رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں اور میں اپنے ساتھیوں کو یہاں کیمپ لگانے کے لئے کہہ رہا ہوں لہذا یہ جگہ خالی کر دو۔ آج بھی سیرت اور تاریخ میں موجود ہے کہ سانپ اور اژدھے بھی اپنے اپنے بچے اٹھا کر اور شیر اور جنگلی چیتے بھی اپنے اپنے بچے اٹھا کر بھاگ رہے تھے اور جگہ خالی کر رہے تھے۔

وہ برکات اس کیمپ میں دیکھنے میں آئیں کہ یہاں یہ ہوٹل ہیں نیچے آوارہ کتوں کا ہجوم ہوتا ہے کسی نے کوئی آوارہ کتا کیمپ میں دیکھا۔

جہاں فوجی بھی دو دن کیمپ لگائے وہاں جنگل کے گیدڑ جمع ہو جاتے ہیں ایک مہینہ روز گوشت پکتا تھا کوئی ہڈیاں اٹھانے کے لئے گیدڑ بھی آیا۔کسی کو سانپ نے کاٹا کسی کو بچھونے کاٹا۔ بستروں میں سے بچھو نکلتے تھے لیکن کاٹتے نہیں تھے کس نے کہا نہیں۔ اور پھر عجیب بات بے چارے مقبول احمد شاہ کو انہوں نے بے وقوف بنا کر آگے لگا لیا۔اور بدمعاشی دیکھو کہ تم شیخ نہیں امیر سلسلہ ہو تبع تابعین سے لیکر آج تک کونسا سلسلہ تصوف ہے جو شیخ کے بغیر ہے اور اُس کا امیر ہے سلسلے تو مشائخ سے چلا کرتے ہیں امیروں سے نہیں ،امیر تو تنظیموں کے ہوتے ہیں۔سیاسی غیر سیاسی الاخوان ہے اُس کا امیر ہے سلسلے کا تو شیخ ہی ہوگا۔تم امیر ہو۔منازل بالاتم نہیں کرا سکتے وہ حضرت جیؒ برزخ میں کرائیں گے بیعت روحانی تم نہیں کرا سکتے ،حضرت جیؒ برزخ میں کرائیں گے تو اُس کا گواہ کون ہوگا بتائے گا کون۔ کہ نہ تو وہ شیخ ہے نہ روحانی بیعت کرا سکتا ہے۔تو جب حضرت جیؒ مجھے ایک بندے کو اجازت دے رہے تھے تو مقبول احمد شاہ بھی اُس جلسے میں موجود تھا۔مطلوب صاحب بھی موجود تھے بریگیڈیر اکرم بھی موجود تھا یہ حضرت جیؒ کو نظر کیوں نہیں آئے۔ استعداد تو ادھر ہے قابلیت کے ڈھیر تو ادھر پڑے ہیں انہیں اجازت دی جائے۔انہیں تو حضرت جیؒ نے صاحب مجاز بھی نہیں بنایا تھا۔ کتنے لوگوں کو ویسے حضرت جیؒ نے صاحب مجاز بنا رکھا تھا۔ یہ سارے تو وہ لوگ ہیں جن میں سے کوئی بھی حضرت جیؒ کا صاحب مجاز نہیں تھا اور ایک دفعہ کرنل مطلوب پر پیسے کھا جانے کا الزام لگا تو دار العرفان کی تعمیر روک دی تھی پھر میں پکڑ کر اسے لے گیا حضرت جیؒ سے معافی دلوائی خدا کا خوف کرو یار آخرت سنوارنے کے لئے آئے ہو ایسے نہ کیا کرو۔میرا خیال ہے میں نے اُس وقت بریگیڈیر اور ان کو بچایا تھا مجھے اُس کی یہ سزا مل رہی ہے کہ منافقوں کو تحفظ نہیں دینا چاہیے،اور یہ میری غلطی تھی اور غلطی جو ہوتی ہے اُس کی سزا ایک نہ ایک دن بھگتنا پڑتی ہے۔ چونکہ اللہ کریم آخرت میں معاف فرما دیتے ہیں لیکن دنیوی اثرات جو ہیں وہ بھگتنے پڑتے ہیں۔

اس لئے بہت بڑی مثال اس کی دی جاتی ہے کہ اُحد میں نبی کریم ﷺ نے درے پر تیر انداز مقرر فرما دیئے تھے۔ اہل مکہ کو شکست ہوگئی وہ بھاگ پڑے مسلمان تعاقب کر رہے تھے تو تب انہوں نے کہا کہ اب تو یہاں کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں اُن کا اجتہاد تھا حالانکہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا ہمیں فتح ہو یا شکست تمہیں وہیں رہنا ہے۔انہوں نے یہ سوچا کہ ہم اس سعادت سے کیوں محروم رہیں ہم بھی اہل مکہ کا تعاقب کریں اور ہم بھی لڑیں بعض احباب نے تفاسیر میں لکھا ہے کہ وہ غنیمت لوٹنے کے لئے اُتر آئے لیکن یہ غلط بات ہے چونکہ غنیمت جمع ہوتی تھی اور تقسیم ہوتی تھی ایسا نہیں تھا کہ جس نے جتنا لوٹ لیا اُسکا ہو گیا۔ اس لئے غنیمت کے لئے نہیں، وہ شوق جہاد تھا کہ اب تو انہیں شکست ہوگئی وہ تو بھاگ رہے ہیں ہم بھی تعاقب میں حصہ لیں صرف سات آدمی جمع رہے کہ نہیں جب تک حضور ﷺ حکم نہیں دیں گے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کھڑے رہو کھڑے رہیں گے۔خالد بن ولیدؓ دیکھ رہے تھے انہوں نے کہا درہ خالی ہو گیا انہوں نے پلٹ کر اُدھر سے حملہ کر دیا جس سے ستر مسلمان شہید ہوئے۔ نبی کریم ﷺ زخمی ہوئے تو وہاں مفسرین لکھتے ہیں کہ غلطی اجتہادی بھی ہو نیک ارادے سے بھی کی جائے دنیوی تکلیف اُس پہ مرتب ہوتی ہے۔

میری بھی یہ اجتہادی غلطی تھی جب ان کا نفاق ظاہر ہو رہا تھا اُس وقت انہیں دفع کرنا تھا میں بچاتا رہا شاید اللہ کے کچھ بندے بچ جائیں اُس کا نتیجہ اب مجھے بھگتنا پڑا لیکن یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔الحمد للہ مجھ پر اللہ کا احسان ہے اور حضرت جیؒ کے بعد میں اکیلا آدمی ہوں جو روحانی بیعت کرا سکتا ہوں اور جسے حضرت جیؒ نے اجازت دی ہے۔

پچھلے دنوں خبریں میں ہمارا اسپلیمنٹ چھپا میرے خیال میں بات بہت لمبی ہوگئی ہے اور تقریر ابھی کرنی ہے چلو آپ کو ایک واقعہ سنا کے بس کرتا ہوں ہمارا اسپلیمنٹ چھپا تو اُس میں انہوں نے شجرہ مبارک بھی دیا اُس میں انہوں نے مہر نبوت لگا کر نیچے اسماء گرامی مشائخ کے لکھ دیئے آخر میں مہر نبوت ﷺ روئے زمین پردہ لگا کے آگے میری تصویر لگا دی۔ آپ نے دیکھی ہوگی دوستوں کو ملی ہوگی چونکہ پورے پاکستان میں چھپا وہ پشاور سے کراچی تک کوئی بندہ وہاں بیٹھا تھا ساتھی مجھے بتانے لگے اُس نے کہا بھئی حضرت مدظلہ العالی کی فوٹو آگے آگئی اور دنیا پہ

مہر نبوت ﷺ ہے یہ آپ نے پیچھے کر دی ہے یہ بے ادبی ہو رہی ہے فوٹو کو نیچے لے جاؤ وہ کمپیوٹر پہ بنا رہے تھے۔ جب وہ تصویر کو نیچے لے گئے تو وہ کمپیوٹر میں بجائے نیچے آنے کے وہ جو شجرہ مبارک تھا ایک حضرت ابوبکر صدیقؓ کو چھوڑ کر باقی تمام مہروں کی جگہ میری تصویر آ گئی۔ جب اُس کو اُوپر لاتے تو وہ اُن مہروں سے ہٹ جاتی۔ جب اُسے نیچے لے جاتے تو وہ سب مہریں ہٹ جاتیں اُن کی جگہ تصویر آ جاتی دن بھر کی کوشش کے بعد انہوں نے کہا بھئی میرا بڑا بھائی آج نہیں آیا آج اُس کی طبیعت ٹھیک نہیں وہ زیادہ ماہر ہے رات اُس سے پوچھیں گے اُس نے کہا یہ ویب سائیٹ میں ڈال دو کمپیوٹر کو جو آرڈر دیا جائے وہ اُس کو کرتا ہے۔ جو فیڈ کیا جائے وہ کرتا ہے یہ کہیں غلطی ہو گئی نئی بناؤ ساری مشادی صبح دو تین گھنٹے لگا کے نئی بنائی جب وہ تصویر کو نیچے لاتے تو وہ اُن سب مہروں کی جگہ آ جاتی ایک مہر بچ جاتی جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ہے۔ اور جب اُسے وہاں لے جاتے تو پھر انہوں نے کہا جی اسے یہیں رہنے دو یہ تیسری بات ہم سے نہیں بنتی اسی طرح چھپنے دو تو میرے پاس وہ پوچھنے کے لئے ہاشمی صاحب تشریف لائے کہ یہ کیا وجہ ہے ایک مہر بچ کیوں جاتی ہے اور باقی کی جگہ کیوں آ جاتی ہے۔ میں نے کہا کہ جی سادہ سی بات ہے نسبت اویسیہ ہم براہ راست نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نہیں لیتے بلکہ ہمارے اور حضور ﷺ کے درمیان واسطہ ہیں ابوبکر صدیقؓ اس لئے وہ مہر قائم رہتی ہے۔ ابوبکر صدیقؓ سے لیکر آج تک جو مشائخ کے دس نام ہیں نسبت اویسیہ کے اُن سب کا اس وقت ان میں سے قائم مقام میں ہوں۔ جس کسی نے اُن حضرات میں سے کسی نے اکتساب فیض کرنا ہے اُسے مجھ سے حاصل کرنا ہو گا اس لئے باقی سب کی جگہ بھی یہ تصویر آ جاتی ہے۔

تو جس رب العالمین نے تین صدیاں پہلے بندہ چلا کر وہاں لایا جو اپنے ایک بندے کو چلا کر وہاں لے گیا جس نے یہ سارا سلسلہ شروع کرایا جس نے یہ بلند و بالا عمارتیں بنوائیں اُس کے اپنے پروگرام ہیں اُس کی اپنی منصوبہ بندیاں ہیں اور یہ اُس نے ضائع ہونے کے لئے نہیں بنائیں بلکہ مجھے حضرت جیؒ کے الفاظ یاد ہیں کہ آپؒ نے فرمایا ظہور مہدی ہو گا نزول عیسیٰ علیہ السلام ہو گا جہاد ہو گا تو اس جماعت کے افراد اُس جہاد میں بھی شریک ہوں گے لہٰذا یہ ختم نہیں ہو گی یہ چلتی رہے گی ختم وہی لوگ ہوں گے جو اس سے الگ ہوں گے۔ چند روز مال منفعت کسی نے کما لیا پیسہ لے لیا۔ جہاں تک اداروں کا تعلق ہے اور انہوں نے اس بات کو اُچھالا ہے تو ادارے جماعت نے بنائے الحمدللہ سوسائٹی جماعت نے بنائی ساتھیوں نے بنائی اداروں کے لئے ساری جماعت نے پیسے دیئے اور اب تک نقصان میں تھے تو جتنا وہ خسارہ آتا تھا وہ یہاں دارالعرفان سے پورا ہوتا تھا چند ماہ پیشتر وہ اپنے پیروں پہ کھڑے ہوئے کچھ بچت آنے لگی تو پہلے کوئی دس ہزار کا چیک پھر تیس کا پھر پچاس کا پھر ایک لاکھ کا یہ چیک مجھے نہیں دیئے گئے دارالعرفان کے نام پر آئے دارالعرفان کے اکاؤنٹ میں دارالعرفان کے اکاؤنٹنٹ کے پاس آئے دارالعرفان کے حساب میں جمع ہوئے۔ میں اُن کے پیسے کا روادار نہیں ہوں۔ اور دارالعرفان کا اپنا حساب ہے جو ہر سال آڈٹ ہوتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ کہاں سے کتنے پیسے آئے اور کہاں لگے۔ یہ جو فرما رہے ہیں کہ انہوں نے پیسے لینے شروع کر دیئے یہ ان کی زیادتی اور فحش بیانی ہے تو وہ چیک ہی دارالعرفان کے نام پہ آتا تھا دارالعرفان کے اکاؤنٹ میں بنک میں جاتا تھا دارالعرفان کا کیشیئر اُسے ڈیل کرتا تھا مجھے یہ بھی نہیں پتہ کہ

کتنے چیک آئے کیشیئر کے پاس ریکارڈ ہو گا چیکوں کے نمبر ہوں گے اماؤنٹ ہو گی۔ آڈٹ میں سامنے آ جائے گا۔ تو یہ صورت حال میں نے اس لئے عرض کر دی کہ سنت تھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جب اُن پر الزام لگائے گئے تو انہوں نے مسجد میں صحابہ کو جمع کر کے اُن کے جواب دیئے وہ طبری میں موجود ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ ان بکواسات کی بنیاد پر شیطان کوشش تو کرے گا لوگوں کو گمراہ کرنے کی اُن کے پاس صداقت بھی ہو اور کھری بات بھی ہو۔

تو یہ تھی ہماری ذاتی بات اسے اب یہاں الحمدللہ ختم کرتے ہیں اب کرتے ہیں بات اجتماع کی، جماعت کی، سلسلے کی، ملک کی، اور قوم کی، اور اُسے پھر ہم اپنی ابتدا سے شروع کریں گے۔

☆☆☆☆☆

لسان الشیخ

حضرت جیؒ کی چکوال آمد پر حافظ عبدالرزاق حاضر خدمت ہوئے لیکن پہلی نظر میں آپؒ کی سادگی دیکھ کر متاثر نہ ہو سکے۔ عام زمینداروں کا سا لباس زیب تن تھا اور وضع قطع سے عالم نظر آتے تھے نہ پیر۔ کچھ دیر بعد علمی گفتگو چھڑ گئی تو سمجھ آئی کہ حضرت جیؒ تو علم کا انسائیکلوپیڈیا تھے لیکن جس بات نے حافظ صاحب کے دل کی دنیا کو تہہ و بالا کر دیا وہ کوئی فلسفہ حکمت و دانش نہیں' بلکہ تین لفظوں پر مشتمل ایک سادہ سا جملہ تھا۔ لیکن معانی اور کیفیات سے بھرپور۔

ابوالاحمدین
اقتباس از حیات طیبہ

سن 1943ء کی ایک مبارک ساعت، حضرت سید پیر مہر علی شاہؒ کی روح پرور محفل میں ایک نوجوان حاضر ہوا جو حافظ قرآن بھی تھا۔ پیش کرنے والے مرید خاص نے عرض کی۔

''حضرت اسے بیعت کر لیجئے لیکن یہ کچھ متردد ہے۔''

پیر گولڑویؒ نے فرمایا:

''میں متردد کو بیعت نہیں کرتا۔''

دوسرے روز محفل سماع میں بختا قوال بغیر ساز کے نعت پڑھ رہا تھا اور حضرت گولڑویؒ آنکھیں بند کئے ذکر حبیب ﷺ میں غوطہ زن تھے۔ یہ نوجوان آج پھر ان کے روبرو تھا۔ حضرت گولڑویؒ نے اچانک آنکھیں کھولیں تو نگاہ سیدھی اس پر پڑی۔

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا

اس ایک نگاہ سے دل کی دنیا میں ایسی ہلچل مچی کہ بے قرار ہو کر آگے بڑھا، شاہ صاحب کا ہاتھ تھام لیا اور بیعت کی سعادت سے بہرہ ور ہوا۔

سات سال بعد 1941ء میں جماعت اسلامی کے مرکز دارالاسلام پٹھانکوٹ (انڈیا) میں ایک تاریخی کورس کا انعقاد ہوا۔ ایک ماہ کے اس تربیتی کورس کے انسٹرکٹر مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور مولانا امین احسن اصلاحی تھے۔ وہی حافظ قرآن نوجوان اب جماعت اسلامی چکوال کے امیر کی حیثیت سے اس تربیتی کورس میں شریک تھا۔ کورس کے اختتام پر شرکاء میں حسب قابلیت اسناد تقسیم ہوئیں کہ فلاں صاحب فلاں شعبہ میں تبلیغ کے اہل ہیں اور فلاح صاحب فلاں شعبہ میں۔ تعلیم یافتہ طبقہ کے الگ مبلغ تجویز ہوئے اور کاروباری طبقہ کے الگ، لیکن اسے جو سرٹیفکیٹ ملا اس پر درج تھا کہ وہ بلا کسی تخصیص ہر مکتب فکر اور ہر شعبہ میں تبلیغ کی اہلیت رکھتا ہے۔

یہ تھے حافظ عبدالرزاق صاحب، جماعت اسلامی کے ابتدائی دور کے اہم رکن جنہیں دارالاسلام پٹھانکوٹ کے اس کورس کی تکمیل پر پنڈی ڈویژن کا قیم مقرر کرتے ہوئے پوری ڈویژن میں دوروں کی ذمہ داری سونپی گئی۔ یہ ذمہ داری اپنی جگہ، لیکن حافظ عبدالرزاق صاحب حضرت سید مہر علی شاہؒ کی روح پرور محفل کی جھلک فراموش نہ کر سکے۔ ان لمحوں کی یاد نے ستایا تو ان کے جانشین کی خدمت میں خط لکھا، حضرت! مجھے اللہ اللہ کرنا سکھائیں لیکن اس کا شاید ابھی وقت نہیں آیا تھا، خاطر خواہ جواب نہ ملا۔ بہر کیف وہ جوت جو ایک عارف باللہ نے ان کے دل میں جگائی تھی، رائیگاں نہ گئی اور کسی اللہ والے کی تلاش جاری رہی۔

1960ء میں حافظ عبدالرزاق صاحب چکوال ڈگری کالج میں بطور لیکچرر تعینات تھے۔ ان کی تعلیمی مصروفیات کے ساتھ ساتھ بطور قیم جماعت اسلامی دیگر سرگرمیاں بھی جاری تھیں لیکن اکثر شام میں مقامی سکول کے عربی ٹیچر مولوی سلیمان اور چند اور دوستوں کے ہمراہ شطرنج کھیلنے میں بسر ہوا کرتیں۔ زندگی اسی ڈگر پر چل رہی تھی کہ یکایک ان کے پارٹنر مولوی سلیمان شطرنج کی بیٹھک سے غائب ہو گئے۔

اس سے قبل مولوی سلیمان کا سرسری ذکر گزر چکا۔ جب وہ تلہ گنگ کے ایک مدرسے میں عربی کے استاد تھے تو حضرت جیؒ دو مرتبہ وہاں تشریف لے گئے۔ ان ملاقاتوں میں وہ

آپ کی علمیت سے انتہائی متاثر ہوئے۔

1956ء میں حضرت جیؒ نے مناظرہ بلکسر میں خطاب فرمایا۔مولوی سلیمان اس زمانے میں چکوال منتقل ہو چکے تھے،وہ حضرت جیؒ کا خطاب سننے کے لئے بلکسر پہنچ گئے۔مناظرے کے اختتام پر انہوں نے آپؒ سے درخواست کی کہ چکوال سے گزرتے ہوئے انہیں ملاقات کا شرف بخشا جائے۔اس کے بعد حضرت جیؒ کا معمول بن گیا کہ چکوال سے گزرتے ہوئے آپؒ ان کے ہاں کچھ دیر کے لئے تشریف لے جاتے۔حضرت جیؒ سے کئی سالوں کی شناسائی کے باوجود مولوی سلیمان صرف یہ سمجھ پائے کہ آپؒ محض ایک عالم اور مناظر ہیں۔انہیں بارہا حضرت جیؒ کی تقاریر سننے کا موقع ملا،علمی موضوعات پر کئی بار گفتگو بھی ہوئی لیکن وہ آپؒ کی شخصیت کے باطنی پہلو کا ادراک نہ کر سکے۔

1960ء میں حضرت جیؒ تین روز کے لئے بلکسر تشریف لائے تو اطلاع پا کر مولوی سلیمان بھی وہاں پہنچ گئے۔اس وقت حضرت جیؒ نے اپنے چہرہ مبارک پر کپڑا ڈال رکھا تھا اور بظاہر استراحت فرما رہے تھے لیکن حالت مراقبہ میں تھے۔مولوی سلیمان کی آمد پر چہرے سے کپڑا اٹھایا تو نگاہ سیدھی مولوی سلیمان پر پڑی۔یہ بھی کچھ ایسی ہی صورتحال تھی۔جو 1934ء میں حافظ عبدالرزاق کے ساتھ پیر مہر علی شاہؒ کی محفل میں پیش آئی تھی۔حضرت جیؒ جس عالم میں تھے اس کی ایک جھلک دیکھی تو مولوی سلیمان کے ہوش جاتے رہے۔آپؒ نے یہ حالت دیکھی تو ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

''آ گئے ہو،باہر چلو۔''

باہر آ کر علیحدگی میں لطائف بتائے۔پھر فرمایا،کشمیر جا رہا ہوں واپسی پر توجہ دوں گا۔حضرت جیؒ کا یہ باغ (آزاد کشمیر) کا وہ دورہ تھا جس میں حضرت امیر المکرم پانچ دن تک آپؒ کے شریک سفر رہے۔واپسی پر چکوال پہنچے تو حسب وعدہ مولوی سلیمان کو ذکر میں بٹھایا اور توجہ دی۔مولوی سلیمان کے اس پہلے ذکر میں حضرت امیر المکرم بھی حضرت جیؒ کے ساتھ تھے۔مولوی سلیمان حضرت جیؒ کی توجہ برداشت

> **پروفیسر صاحب سوچ میں پڑ گئے کہ یہ کیسے حضرت ہیں کہ ''اللہ قادر ہے'' کہہ کر اپنی ذات کی مکمل نفی کر دی۔یہ بھی کہا جا سکتا تھا کہ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔**

نہ کر پائے اور ہفتہ بھر حالت غیر رہی۔شطرنج کے رسیاء تھے لیکن اس پہلی توجہ کے ساتھ ہی یہ شغل تمام ہوا۔

شطرنج کی بیٹھک سے مولوی سلیمان کی مسلسل غیر حاضری حافظ عبدالرزاق کے لئے حیران کن تھی۔سبب دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا کہ ایک اللہ والے سے تعلق قائم ہو چکا ہے جس کے بعد ان مشغلوں کی احتیاج باقی نہیں رہی۔کسی اللہ والے کی تلاش تو پروفیسر صاحب کو بھی تھی،گلہ کیا کہ انہیں کیوں نہیں بتایا۔مولوی سلیمان نے جواب دیا۔

''پروفیسروں کو اللہ والوں سے کیا غرض؟''

پروفیسر صاحب نے انتہائی دکھ سے کہا:

''مجھے بتا کے تو دیکھا ہوتا!''

حضرت جیؒ کی چکوال آمد پر حافظ عبدالرزاق حاضر خدمت ہوئے لیکن پہلی نظر میں آپؒ کی سادگی دیکھ کر متاثر نہ ہو سکے۔عام زمینداروں کا سا لباس زیب تن تھا اور وضع قطع سے عالم نظر آتے تھے۔نہ پیر۔کچھ دیر بعد علمی گفتگو چھڑ گئی تو سمجھ آئی کہ حضرت جیؒ تو علم کا انسائیکلو پیڈیا تھے لیکن جس بات نے حافظ صاحب کے دل کی دنیا کو تہہ و بالا کر دیا وہ کوئی فلسفہ حکمت و دانش نہیں بلکہ تین لفظوں پر مشتمل ایک سادہ سا جملہ تھا لیکن معانی اور کیفیات سے بھرپور۔

اس وقت حضرت جیؒ کی محفل میں دو صاحبان پہلے سے موجود تھے ایک نو عمر دیہاتی جوان (ملک خدا بخش) اور دوسرے ایک لمبے تڑنگے جوان رعنا (امیر المکرم) جن کے اندر گفتگو میں غضب کی بے تکلفی،بے باکی،لاڈ اور ناز تھا۔حضرت جیؒ سے کہنے لگے۔

''حضرت'ایہ (ملک خدا بخش) تے ہک ململ دا چولا تساں دو واریں تھبو کیا تے چٹا سفید ہو گیا۔ایہ بھورا (اپنے متعلق) جے تساں کھم کیتا تے تاں منساں۔(ملک خدا بخش تو ایک ململ کا کرتہ تھا،دو ہاتھ لگنے سے سفید ہو گیا،اس بھورے کو بھی یعنی مجھے بھی سفید کر دیں گے تو مانوں گا)۔

اس وقت ملک خدابخش کے مزاج کی سادگی اور یکسوئی کی وجہ سے انکشافات شروع ہو چکے تھے لیکن حضرت امیر المکرم کے ہاں یہ صورت نہ تھی اور اسی ضمن میں یہ بات بھی ہوئی۔ حضرت جیؒ ان کی اس بے تکلفی سے بہت محظوظ ہوئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا:

''اللہ قادر ہے۔''

پروفیسر صاحب سوچ میں پڑ گئے کہ یہ کیسے حضرت ہیں کہ ''اللہ قادر ہے'' کہہ کر اپنی ذات کی مکمل نفی کر دی۔ یہ بھی کہا جا سکتا تھا کہ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا (جو واقعتاً ہو کر رہا) یا میں کوشش کروں گا لیکن انہوں نے تو سب کچھ اللہ پر چھوڑ دیا۔ گویا اپنے ہاتھ میں تو کچھ تھا ہی نہیں۔ یہ تین لفظ لیکن حقیقی تصوف کی تعریف، یہی توحید، یہی مقام فنا فی اللہ اور یہی مقام رضا' یعنی اپنے اختیار سے دستبردار ہو کر اپنی باگ ڈور مکمل طور پر اللہ کے سپرد کر دو جو ہر چیز پر قادر ہے۔

حافظ عبدالرزاق ابھی تک حضرت جیؒ کے اسی جملے میں کھوئے ہوئے تھے کہ مولوی سلیمان نے عرض کیا:

''حضرت یہ پروفیسر صاحب بھی اللہ اللہ سیکھنا چاہتے ہیں۔''

حضرت جیؒ نے فرمایا۔

''چھوڑو مولوی جی' پروفیسراں نوں کی لگے انہاں گلاں نال'' (مولوی صاحب چھوڑیں پروفیسروں کو ان باتوں سے کیا سروکار)

حافظ صاحب دینی اور دنیوی، دونوں علوم سے مالا مال تھے۔ انتہائی بذلہ سنج اور حاضر جواب، علمی گفتگو میں دلائل کا سیلاب رواں ہوتا جس کے سامنے کوئی ٹھہر نہ سکتا۔ اس پر طرہ یہ کہ جماعت اسلامی کے اساسی رکن اور پنڈی ڈویژن کے قیم لیکن ایک اللہ والے کے سامنے پیش ہوئے تو انہوں نے سرے سے قابل اعتنا ہی نہ سمجھا۔ اہل اللہ کے معاملات بھی عجیب ہوتے ہیں۔ شفقت فرمانے پر آتے ہیں تو عامی بھی نوازے جاتے ہیں لیکن کبھی علماء کی طرف بھی نگاہ توجہ نہیں اٹھتی۔ یہ بھی تربیت کا ایک انداز ہے جو تاریخ تصوف میں بارہا دیکھنے میں آتا ہے۔

حضرت جیؒ کے یہ الفاظ حسب حال تھے کہ مکتب طریقت میں داخلے سے پہلے بھول جانو کہ تم بہت بڑے عالم ہو، زاہد ہو، بڑی شان و شوکت والے ہو' کوئی پروفیسر ہو یا بڑے افسر ہو۔

حضرت جیؒ کے یہ الفاظ دل کے بتکدے پر ضرب ابراہیمی ثابت ہوئے۔ جس قلب میں اپنا ہی بت بٹھا رکھا ہو اور انسان اس کی پرستش میں لگا رہے خواہ یہ علمی فضیلت کا بت ہو' ذاتی ورع و تقویٰ کا بت ہو یا عبادت گزاری کا، اس کا ذکر الٰہی سے کیا سروکار۔ ان بتوں کی موجودگی میں قلب اللہ کا مسکن نہیں بن سکتا۔ حضرت جیؒ کے یہ الفاظ حسب حال تھے کہ مکتب طریقت میں داخلے سے پہلے بھول جاؤ کہ تم بہت بڑے عالم ہو، زاہد ہو، بڑی شان و شوکت والے ہو، کوئی پروفیسر ہو یا بڑے افسر ہو۔ تم تو عدم سے وجود میں آئے اور کل من علیھا فان تمہارا انجام ہے' پھر فخر و انانیت سے بھری یہ 'میں' کیسی؟

مولوی سلیمان نے اصرار کیا تو حضرت جیؒ نے فرمایا:

''انہیں شام کے ذکر میں بٹھالینا۔''

شام کے حلقہ ذکر میں حافظ صاحب شریک ہوئے تو حضرت جیؒ نے خصوصی توجہ فرمائی۔ دل کے بت کدے پر زد پڑی تو اک زلزلہ سا آیا اور وجد طاری ہو گیا۔ کیفیت الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی لیکن اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہاں کچھ ہے ضرور، اور یہ وہی تو ہے جس کی ایک مدت سے حافظ صاحب کو تلاش تھی۔ چھبیس سال قبل حضرت پیر مہر علی شاہؒ نے ان کے دل میں اللہ سے تعلق کا جو بیج بویا تھا' وہ حضرت جیؒ کی توجہ سے پھوٹ پڑا۔ جس طرح وہ ابتداء میں حضرت گولڑویؒ کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے متردد تھے لیکن اک نگاہ پُر اثر کے نتیجے میں لپک کر ان کا ہاتھ تھام لیا، اسی طرح آج بھی وہ حضرت جیؒ کی سادگی دیکھ کر پہلی نظر میں تو متاثر نہ ہوئے تھے لیکن دوران ذکر توجہ ملی تو حضرت جیؒ کے دامن کو ایسا تھاما کہ پھر اسی چوکھٹ کے ہو کر رہ گئے۔

منارہ کے بعد اب چکوال میں مولوی سلیمان اور حافظ عبدالرزاق پر مشتمل دوسرا حلقہ ذکر قائم ہوا۔ یہ دونوں چکوال کی معروف شخصیات میں سے تھے۔ شطرنج کی بیٹھک سے اٹھے اور ذکر الٰہی کی محفل سجالی تو حلقہ یاراں کو تعجب ہوا کہ اس انقلاب کے پیچھے کونسا ہاتھ کار فرما ہے۔ ان کے اس تجسس نے یہ رنگ دکھایا کہ

حضرت جیؒ چکوال تشریف لاتے تو ایک نیا مشتاق چشم براہ ملتا تاکہ خود اس انقلاب آفرین ہستی سے مل کر اپنا تجسس دور کر سکے لیکن جو بھی آیا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس طرح چکوال کے حلقہ ذکر میں رفتہ رفتہ مزید احباب شامل ہوتے چلے گئے۔

1960ء میں حضرت جیؒ کو دعوت عام کا اذن ملا تو حافظ عبدالرزاق کا ڈگری کالج جہلم میں تبادلہ ہو چکا تھا۔ اب وہ حضرت جیؒ کے حکم پر ہر ہفتے چکوال آتے اور ذکر سے پہلے احباب سلسلہ کے سامنے آپؒ کی تعلیمات بیان کرتے۔ 1963ء میں انہیں حضرت جیؒ کی مشہور تصنیف دلائل السلوک مرتب کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ 1964ء میں دلائل السلوک کی اشاعت ہوئی تو شعبہ تصنیف مستقل طور پر حافظ صاحب کے سپرد ہوا جس کے بعد وہ حضرت جیؒ کے افکار کی اشاعت میں دن رات اس طرح مصروف ہو گئے کہ تصنیف و تالیف ان کی زندگی کا عنوان بن گیا۔ 1979ء میں انہوں نے حضرت جیؒ کی قومی سطح پر معروف کتاب، نفاذ شریعت اور فقہ جعفریہ، کو مرتب کیا۔ اس میں حافظ صاحب کی طرف سے ایک اضافی باب بھی تھا جو حضرت جیؒ کی خواہش کے عین مطابق تھا۔

آپؒ یہ دیکھ کر انتہائی خوش ہوئے اور فرمایا:

''مشائخ کو ایسے آدمی اللہ کریم کی طرف سے ملتے رہے جو ان کی لسان ہوتے جیسے حضرت شمس تبریزؒ کو مولانا رومؒ عطا ہوئے۔ اسی طرح معلوم ہوتا ہے کہ مجھے تو عطا کیا گیا۔''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک میگزین

جو زندگیاں بدل دے

ماھنامہ ''المرشد''

کا مطالعہ کیجئے۔

ممبر شپ سالانہ	-/250 روپے
قیمت فی شمارہ	-/25 روپے

برائے رابطہ سرکولیشن مینجر

ماہنامہ المرشد 17- اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ

ٹاؤن شپ لاہور 042-5182727

اے اللہ!

ہمیں جذبہ جہاد اور جذبہ شہادت عطا فرما

U.K. گارمنٹس (انٹرنیشنل)

ایکسپورٹرز اینڈ مینوفیکچررز آف ہوزری گارمنٹس

گارمنٹس اور بہترین ہوزری مصنوعات یورپ اور امریکہ کو ایکسپورٹ کی جاتی ہیں

برائے رابطہ :- پل کوریاں سمندری روڈ فیصل آباد فون نمبر:- 665971

فلسفۂ قربانی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی امتحانات میں گزری۔ پہلے تو بتوں کی پرستش کرنے والی قوم سے سامنا ہوا۔ انہوں نے ان کے بت کدے کو تہس نہس کر دیا۔ جب اللہ نے چاند سے بیٹے اسماعیل علیہ السلام سے نوازا تو انہیں معصوم ننھی عمر میں ہی والدہ سمیت بیابان جنگل میں چھوڑنے کا حکم ملا۔ جب وہ چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو ابراہیم کو بیٹے کی قربانی کا حکم ملا آپ تمام آزمائشوں پر پورے اترے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ ضلع چکوال 7/2/03

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم o

اسلام میں سارے سال میں دو تہوار ہیں ایک رمضان المبارک کے تشکر کے طور پر۔ والتکملو العدۃ والتکبرُوا اللہ علی ماھدٰ لکُم۔ کہ جب رمضان مکمل کر لو تو اللہ کی بڑائی بیان کرو جس نے تمہیں ہدایت نصیب فرمائی ہے اُسے یوم عید کہتے ہیں اور دوسرا عید قربان یا عید الاضحیٰ جس پہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی عظیم قربانی اور سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے عظیم ایثار کی نہ صرف یادگار ہے بلکہ اِس میں حکمت الٰہی یہ پوشیدہ ہے کہ جو اجر، جو برکات جو انوارات جس طرح کی رحمتیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے میں نازل ہوئیں اُن میں امت محمد یہ علی صاحبہ الصلوۃ والسلام کو شریک بنا دیا۔ یہ واقعہ بارہا بیان ہو چکا یہ معروف واقعہ تقریباً ہر مسلمان جس سے واقف ہے اِس کا ایک عجیب پہلو ہے جو میں عرض کرنا چاہوں گا جس پہ بہت کم نگاہ پہنچتی ہے اور جو بہت کم پڑھنے لکھنے میں آتا ہے، یا زیر بحث آتا ہے۔ بات یہی کی جاتی ہے کہ یہ سنت ابراہیمی ہے اور اِس میں ثواب ہے اور قربانی کرنی چاہئے جس پہ جو صاحب نصاب ہے اُس پہ واجب ہے لیکن جو صاحب نصاب نہیں اگر وہ بھی کر سکے تو ضرور کرے۔ ارکان حج میں سے ہے حاجی جو منیٰ اور عرفات کی برکات سے بہرہ مند ہوں گے اُن کا رکن حج ہے جو قربانی کر کے پھر سر منڈائیں گے اور اپنا احرام کھولیں گے اور حج مکمل ہوگا تو حج کے تو ارکان میں ایک رکن قربانی ہے۔ لیکن رب کریم نے اُن تمام مسلمانوں کو جو روئے زمین پر پھیلے ہوئے ہیں اِس شرف سے محروم نہیں رکھا۔ جو جہاں ہے جس جگہ ہے وہاں وہ قربانی کر سکتا ہے ہر ایک کو قربانی میں کیا حاصل ہوگا؟۔ اِس کا جواب عمومی طور پر ثواب کے نام سے دیا جاتا ہے۔ ثواب ایک ایسا لفظ ہے جس کی تشریح آج تک ہمیں معلوم نہیں ہو سکی۔ حالانکہ قرآن کریم نے ثواب کو محض بدلے کے طور پر استعمال فرمایا ہے اور کفار کے کفر کے جواب میں یہ فرمایا ہے کہ

ھَلْ ثُوِّبَ الْکُفَّارُ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ کہ کفار کو اور کیا ثواب ملے گا وہی ملے گا جو اُن کا کردار تھا جو وہ کرتے تھے اُسی کا بدلہ انہیں ملے گا تو وہ جو بدلہ کفار کو اُن کے جرائم اور کفر پہ ملے گا اُسے بھی ثواب کہہ دیا گیا ہے ھل ثوب الکفار. کافروں کو اور کیا ثواب دیا جائے گا۔ ما کانوا یفعلون مجھے یاد نہیں کہ جو اُن کا کردار ہے، اُسی کا بدلہ انہیں دیا جائے گا لیکن وہ بدلہ ہے کیا۔ مومن کو جو بدلہ ملے گا جو ثواب ملے گا قربانی کا وہ بدلہ کیا ہے؟۔

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کو حکم دیا گیا کہ رب جلیل ؒ جب آخری عمر میں انہیں بیٹا عطا فرمایا تو وہ رفیقہ حیات اور محبوبہ بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا جس نے ساری زندگی کا حق رفاقت ادا کر دیا تھا انہیں بچے سمیت کسی ساتھی کے بغیر، کسی خادم کے بغیر، کسی آبادی کے وہاں چھوڑنے کا حکم ہوا اور آپ علیہ السلام ساتھ لے کر چل پڑے اور انہیں اُس بات سے آگاہ بھی نہیں فرمایا مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جبرائیل امین علیہ السلام رہنمائی فرماتے تھے اور آپ علیہ السلام چلتے جاتے تھے حتٰی کہ یہاں پہنچے جہاں بیت اللہ شریف ہے اور یہاں

قیام کا حکم ہوا اور حکم یہ ہوا کہ اہلیہ کو اور بچے کو چھوڑ دیں اور آپ علیہ السلام واپس چلے جائیں تو ایک مشکیزہ پانی کا اور تھوڑی سی خوراک لے کر جب آپ علیہ السلام رخصت ہونے کے لئے اپنے گھوڑے کی طرف بڑھے تو انہوں نے پوچھا کہ آپ علیہ السلام ہمیں یہاں اس ویرانے میں کیسے چھوڑے جا رہے ہیں جہاں دور دور تک کسی آبادی کے آثار نہیں ہیں کوئی خوراک کا پانی کا، کوئی انتظام نہیں ہے کوئی چیز نہیں ہے کوئی بنی آدم نظر نہیں آتا، سیاہ پوش پہاڑ ہیں، گرداگرد لق ودق صحرا ہیں، تب آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ کے حکم کے مطابق یہاں چھوڑے جا رہا ہوں تو مائی صاحبہ نے فرمایا کہ پھر ہمیں اللہ کافی ہے۔ اور آب زم زم جو ہے یہ چشمہ بھی اُسی قربانی کی یادگار ہے کہ جب وہ مشکیزے کا پانی ختم ہو گیا اور اس قدر پیاس بڑھی کہ مائی صاحبہ کا دودھ بھی بچے کو دینے کے لئے نہ رہا تو بے تاب ہو کر پہاڑوں پر چڑھ کر دیکھنے کی کوشش کی۔ صفا پہ چڑھیں پھر نیچے اُتر کر مروہ کی طرف گئیں اُس پہاڑی پہ چڑھ کے دیکھا کہ کہیں کوئی آثار ہوں، کوئی پرندہ نظر آئے، کہیں کوئی پانی کے آثار ہوں، کوئی آبادی ہو کوئی تو ہو جب وہ نیچے گہرائی میں وادی میں اترتیں تو سیدنا اسماعیل علیہ السلام جو ننھے بچے تھے وہ آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے تھے وہاں سے وہ دوڑ کر چلتی پہاڑوں پر چڑھنے لگتیں جب بچہ سامنے ہوتا تو وہ پھر آرام سے چلتی تھیں اُن کے ساتویں پھیرے میں جب وہ صفا پہ آئیں تو انہوں نے دیکھا کہ جہاں سیدنا اسماعیل علیہ السلام اپنے اپنے ننھے ننھے پاؤں رگڑ رہے تھے وہاں سے پانی نکل رہا ہے تو اُس طرف تشریف لے گئیں اور پانی یوں اُبلا کہ وہ بڑھتا ہی گیا بڑھتا ہی گیا تو انہوں نے اُس کے اردگرد ریت کے کنارے بنا کر اسے حکم دیا زم زم اُس وقت کی اُس زبان سے زم زم کا معنیٰ تھا ٹھہر جاؤ رُک جاؤ۔ تب سے اُس چشمے کا

> **اب دیکھیں کتنی عظیم خاتون ہیں کہ جس کی بے تابانہ دوڑ اللہ کو ایسی پسند آئی کہ قیامت تک کے لئے سعی کو حج اور عمرے کا رُکن بنا دیا**

نام آب زم زم پڑ گیا۔ حضور علیہ السلام کے ارشادات میں بھی ہے کہ اگر مائی صاحبہ اسے روکتی نہ تو شاید یہ دنیا میں بہتا چلا جاتا بہر حال مسلمان خوش نصیب ہیں کہ ابھی تک اُس سے فیض یاب ہو رہے ہیں اور نبی کریم ﷺ نے اُسے ہر مرض کی دوا قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اتنا پیو کہ پیٹ بھر جائے پیاس سے زیادہ پیو یہ ہر مرض کی دوا ہے۔ حجاج کرام کو اللہ نصیب کرتا ہے۔ زائرین کو نصیب ہوتا ہے عمرے والوں کو نصیب ہوتا ہے الحمد للہ جو بھی وہاں حاضری دیتے ہیں وہ دوستوں ساتھیوں کے لئے بھی برکت کے طور پر آتے ہیں۔

پھر سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو خواب میں یہ دکھایا گیا کہ وہ اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کر رہے ہیں ذبح کر رہے ہیں قرآن حکیم جو شہادت دیتا ہے وہ صرف اتنی ہے کہ فلما بلغ مع السعی۔ جب وہ اس قابل ہوئے کہ انگلی پکڑ کر ساتھ چل سکیں تو آپ علیہ السلام پھر وہاں تشریف لے گئے آپ علیہ السلام آتے جاتے رہتے تھے پھر کوئی ایک قافلہ گزرا اُس نے وہاں آثار دیکھے جب پانی ہوا تو پرندے بھی آگئے یہ قافلے والے لوگ باتوں کے بڑے سمجھدار ہوتے تھے انہوں نے پرندوں سے اندازہ لگایا کہ یہاں کوئی پانی ہے وہاں گئے تو مائی صاحبہ کی اجازت سے انہوں نے وہاں پڑاؤ ڈال دیا یوں مکہ مکرمہ کی آبادی کی بنیاد پڑیں۔

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے جب خواب دیکھا تو آپ علیہ السلام تشریف لے گئے اور مائی صاحبہ سے فرمایا۔ اب دیکھیں کتنی عظیم خاتون ہے کہ جس کی وہ بے تابانہ دوڑ اللہ کو ایسی پسند آئی کہ قیامت تک کے لئے سعی کو حج اور عمرے کا رُکن بنا دیا اور مقبولان بارگاہ میں اولیاء اللہ علمائے حق، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین، حتیٰ کہ خود محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی اس عمل پر عمل پیرا ہو کر اس کی عظمت کو دوبالا فرمایا اور حضور ﷺ نے بھی صفا اور مروہ میں سعی فرمائی۔ یعنی اللہ کو وہ بے قراری اور بے تابی کی دوڑ جو مائی صاحبہ کی تھی وہ اتنی پسند آئی کہ قیامت تک کے لئے اُسے نجات کا سبب اور گناہوں سے پاکیزگی کا سبب قرار دے دیا حج اور عمرے کے ارکان میں شامل کر دیا اور عمرہ بھی

بغیر صفا مروہ کی سعی کے پورا نہیں ہوتا۔ حالانکہ عمرے میں باقی بہت سے ارکان حج کے جو ہیں وہ ادا نہیں کئے جاتے لیکن سعی جو ہے وہ ضروری ہے طواف بیت اللہ کے بعد صفا و مروہ کی سعی کی جاتی ہے۔

تو مائی صاحبہ سے کیوں نہ کہا کہ مجھے خواب آیا ہے اور میں قربانی کرنا چاہتا ہوں اس لئے کہ وحی الٰہی کا مفہوم سمجھنا یہ صرف نبی کو استعداد عطا کی جاتی ہے اگر مائی صاحبہ سے آپ علیہ السلام فرماتے بھی تو شاید وہ سمجھ نہ پاتی لیکن عجیب بات ہے کہ جب انہوں نے انہیں کپڑے پہنا کر تیار کر کے ساتھ کر دیا اور آپ علیہ السلام ساتھ لے کر چل پڑے تو منیٰ میں پہنچ کر اُس ننھے بچے سے جو ابھی محض انگلی پکڑ کر چلنے کے قابل ہوا تھا اُس سے فرمانے لگے کہ بیٹا اِنّی اَریٰ فی المنام۔ میں نے خواب دیکھا ہے کہ اَنّی اَذبحُکَ۔ کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں یہ خواب میں نے دیکھا ہے وہ بھی چونکہ اللہ کے رسول تھے اور عظمت رسالت یہ ہے کہ وہ اللہ کی بات کو اور اُس کے مفہوم کو سمجھتے ہیں انہوں نے فوراً یہ جواب دیا۔ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤمَرُ۔ ابا جی آپ علیہ السلام کا خواب وحی الٰہی ہے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا خواب ہے اللہ کے رسول کا خواب ہے اور یہ خواب نہیں آپ علیہ السلام کو حکم دیا گیا ہے اور آپ علیہ السلام اُس پر عمل کیجئے جو حکم اللہ نے دیا ہے۔ آپ علیہ السلام یہ خیال نہ کیجئے کہ میں ننھا بچہ ہوں اور میں کیا کہوں گا۔

سَتَجِدُنِیٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ○ اللہ کو منظور ہوا تو آپ مجھے بھی صبر کرنے والا پائیں گے چونکہ میرے لئے بھی وہی حکم ہے جو آپ علیہ السلام کے لئے ہے آپ علیہ السلام کے لئے اگر ذبح کرنے کا حکم ہے تو میرے لئے ذبح ہو جانے کا حکم ہے میں بھی اللہ کا رسول ہوں اور اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن حکیم کی تعبیر و تشریح انہی حدود کے اندر

> **وحی الٰہی کسی ضابطے یا کسی قاعدے کی محتاج نہیں بلکہ صرف و نحو یا گرائمر یا منطق یہ انسانی ایجادات ہیں اگر وحی نے اُس انداز سے استعمال کیا تو یہ صحیح ہیں۔**

قابل قبول ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے متعین فرمائی ہیں اور وہی مفہوم قابل قبول ہے جو حضور ﷺ نے سمجھایا اور صحابہ نے سمجھا اُس کے بعد جتنے نئے نئے فرقے پیدا ہوتے ہیں ہر فرقہ کسی نہ کسی ایت کا مفہوم توڑ مروڑ کر پیش کرتا ہے لیکن یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ یہ مفہوم نبی کریم ﷺ نے سمجھایا تھا یا یہ مفہوم صحابہ نے سمجھا تھا کبھی لغت کا سہارا لیتے ہیں کبھی منطق کا کبھی صرف و نحو کا لیکن وحی الٰہی کسی منطق، کسی صرف نحو یا کسی گرائمر کی محتاج نہیں بلکہ گرائمر اور صرف و نحو وحی الٰہی کی محتاج ہے اور جب گرائمر کے کسی صیغے کی صحت کی بات آتی ہے تو قرآن سے ثابت کرنا پڑتا ہے کہ اِس لفظ کو اس انداز سے وحی میں استعمال کیا گیا ہے لہذا یہ صحیح ہے۔ صحت وحی کے لئے گرائمر یا صرف و نحو کی ضرورت نہیں۔ صرف و نحو کے قواعد کو بھی جب ہم کسی پر بحث ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ قاعدہ صحیح ہے کہ نہیں تو پھر قرآنی آیات تلاش کی جاتی ہیں کہ اس قاعدے کو اگر قرآن نے استعمال وحی نے کیا ہے تو یہ صحیح ہے اور اگر وحی نے استعمال نہیں کیا تو صحیح نہیں ہے تو وحی الٰہی کسی ضابطے یا کسی انسانی قاعدے کی محتاج نہیں بلکہ صرف و نحو یا گرائمر یا منطق یہ انسانی ایجادات ہیں اور ان کی سند وحی ہے اگر وحی نے انہی اُس انداز سے استعمال کیا تو یہ صحیح ہیں جو وحی سے مطابقت نہیں یہ غلط ہیں وحی صحیح ہے تو جتنے گمراہ فرقے ہوئے اور جنہوں نے قرآن میں تحریف کر کے اپنے مطلب نکالنا چاہے تو وہ ایک بات ثابت نہیں کر سکتے خواہ اُس میں غلام احمد قادیانی ہو یا دوسری خلاف اسلام تحریک ہوں یہ ثابت نہیں کر سکتے یا معترضین صحابہ ہوں یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ جو مفہوم یہ بنا رہے ہیں کیا یہ نبی کریم ﷺ نے یہ مفہوم ارشاد فرمایا تھا۔ اور حضرت ہاجرہؓ جن کی ادا اللہ کو اتنی پسند آئی کہ قیامت تک کے آنے والوں کے لئے جن میں آقائے نامدار ﷺ جو امام الانبیاء اور خاتم الانبیاء ہیں انہوں نے بھی سعی فرمائی اور اس میں شریک ہوئے۔ انہوں نے بھی قربانی دی اور اُس میں شریک ہوئے اِس عظمت کے باوجود اُن سے وحی الٰہی کی تشریح نہیں کرائی لیکن ایک ننھا بچہ جو محض انگلی پکڑ کر چلنے کے قابل تھا اُس پر اپنی

بات واضح کر دی کہ میں نے تو یہ خواب دیکھا ہے بیٹے کہ میں آپ علیہ السلام کو ذبح کر رہا ہوں اور انہوں نے جواب میں خواب کی تعبیر نہیں بتائی انہوں نے فرمایا۔

یٰابَتِ افعل مَا تو مر. ابا جی آپ کر گزریئے جو آپ علیہ السلام کو حکم دیا گیا ہے۔ آپ علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا ہے اور یہ آپ علیہ السلام کر گزریے۔ وَ تلہ للجبین انہوں نے ذبح کرنے کے لئے لٹا دیا۔ مفسرین کرام لکھتے ہیں اُن کی آنکھوں پہ پٹی باندھ دی اپنی آنکھوں پہ پٹی باندھ دی کہ آخر انبیاء ورُسل میں بھی خصوصیت بشری تو ہوتی ہیں محبت پدر غالب نہ آجائے کہ بیٹا چھری دیکھ کر گھبرا نہ جائے لیکن آپ علیہ السلام نے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر چھری چلا دی خون کے فوارے بہہ اٹھے تڑپ کر ٹھنڈے ہو گئے جب سمجھا کہ اب روح پرواز کر گئی۔ تڑپ کر ٹھنڈے ہو گئے ہیں گردن کٹ گئی خون بہہ گیا تو آپ علیہ السلام نے آنکھوں سے پٹی اُتاری تو دیکھا سیدنا اسماعیل علیہ السلام تو کھڑے مسکرا رہے ہیں اور ایک دنبہ ہے جسے آپ علیہ السلام نے ذبح کر دیا تو آپ علیہ السلام پریشان ہو گئے کہ شاید میری ساری محنت اکارت گئی تو فوراً وحی الٰہی وارد ہوئی کہ قد صدقت الرءیا اے ابراہیم علیہ السلام آپ نے تو اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ آپ علیہ السلام نے اُس پر عمل کیا اور ہم نے منظور کر لیا اسماعیل علیہ السلام کی قربانی قبول ہو گئی اور ہم نے جبرائیل امین علیہ السلام کو جنت سے ایک مینڈھا دے کر بھیج دیا کہ اسماعیل علیہ السلام کی جگہ اس کو رکھ دو اور آپ علیہ السلام کو پتہ نہیں چلنے دیا جبرائیل امین علیہ السلام نے اور اُس نے اسماعیل السلام کو نکال کے کھڑا کر دیا اور چھری کے نیچے جنت کا دنبہ رکھ دیا جسے آپ علیہ السلام نے ذبح فرمایا لیکن یہ ہم نے کیا ہے آپ علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو ہی ذبح کیا ہے

> **جبرائیل امین علیہ السلام نے اسماعیل السلام کو نکال کے کھڑا کر دیا اور چھری کے نیچے جنت کا دنبہ رکھ دیا**

آپ علیہ السلام کی قربانی قبول ہو گئی لیکن وَفَدَینہ بذبح عظیم۔ اسے ہم نے بہت بڑی قربانی پر قربان کیا ہے۔ وہ ذبح عظیم کیا تھی۔

ایک تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ غیب دان صرف اللہ ہے اور جتنا چاہتا ہے اپنے انبیاء ورُسل علیہم السلام کو عطا کر دیتا ہے اور جو بات نہیں بتانا چاہتا وہ نہیں بتاتا۔ ماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشآء. اللہ ہر ایک کو غیب کی بات نہیں بتاتا لیکن اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے پسند فرماتا ہے چُن لیتا ہے اور غیب کے علوم عطا فرماتا ہے جتنے علوم تمام انبیاء علیہم السلام کو عطا فرمائے گئے اُن سب سے کہیں زیادہ علوم محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمائے گئے لیکن یہ بات اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی ہے میرے اور آپ کے ماپنے کی نہیں لیکن جہاں وہ پردہ رکھنا چاہتا ہے وہاں اس طرح رکھتا ہے کہ ایک وقت میں۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے سوال کیا تو اُن کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

وقد نری ملکوت السمٰوٰت والارض.

میں نے ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کی ساری بادشاہی دکھا دی یعنی ایک لمحے میں تمام آسمان وزمین اُن پر منکشف کر دیں اُن کے سامنے کھول کر رکھ دیے لیکن جب یہاں پہنچے تو آپ کسی بھی آدمی کو آپ بتا دیں کہ تم بیٹے کو لٹا کر چھری لے آؤ پھر ذبح تو دنبہ کریں گے تو وہ بھی کر سکتا ہے۔ یہاں عظمت یہی ہے کہ یہاں انہوں نے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کیا آخر دم تک رب العلمین نے خبر نہیں ہونے دی انہیں کہ میں کیا کرم کرنے جا رہا ہوں اب جو کیفیت اللہ کے اُس خلیل علیہ السلام کی تھی ذبیح اللہ علیہ السلام کے دل کی تھی اُس کیفیت پر جو رحمتیں اور انوارات نازل ہو رہے تھے وہ بار بار تو نہیں ہوتے نہ بار بار ابراہیم آتے ہیں نہ بار بار اسماعیل پیدا ہوتے ہیں نہ ہر بار قربانی ہوتی ہے یہ تو ایک ہی بار، ایک ہی دفعہ، ایک ہی واقعہ تھا لیکن اللہ نے سب سے بڑا حصہ تو انہیں دیا جو تب سے لیکر قیامت تک اللہ کی راہ میں شہید ہوتے ہیں وہ ذبح عظیم کے حقدار ہیں۔

جو مکہ مکرمہ میں شہید ہوئے، جو بدر میں شہید ہوئے، جو اُحد میں شہید ہوئے، جو

غزوات و سرایہ میں آقائے نامدار ﷺ کے قدموں میں اور ہم رکاب کے شرف میں شہید ہوئے، اُن سے لیکر قیامت تک جہاں جہاں کوئی اللہ کے نام پر شہید ہوگا۔ وہ ذبح عظیم کا حق دار ہے اور اُس میں شامل ہے۔ سب سے بڑا حصہ تو وہ لوگ لے گئے جنہوں نے جانیں اللہ کے راہ میں دیں جو حکومت الٰہیہ اور حکومت اسلامی قائم کرنے کے لئے افغانستان میں شہید ہوئے عورتیں، مرد، بچے، بوڑھے، وہ سارے اُس ذبح عظیم کے شاہکار ہیں اُس کی کرنیں ہیں اُس کی ضو ہے اور اُسی کے ستارے ہیں جو تحریک پاکستان میں یا دفاع وطن کی خاطر کفر کے مقابلے میں یا جو کشمیر میں شہید ہو رہے ہیں، فلسطین میں شہید ہو رہے ہیں، چیچنیا میں شہید ہوئے، سربیہ میں شہید ہوئے، تیمور میں شہید ہوئے، جہاں جہاں الجزائر میں شہید ہوئے، جہاں جہاں کوئی اللہ کی راہ میں خلوص نیت سے جان دے رہا ہے اُس پر وہی رحمتیں وہی برکات وہی انوارات نازل ہوتے ہیں۔ وفدینہ بذبح عظیم ۔ یہ ایک دنبے کی قربانی نہیں یہ اتنی بڑی قربانی ہے جو تا قیام قیامت جاری رہے گی۔ تو شہداء تو اس سے بہرہ مند ہوئے لیکن عام مسلمان کے حصے میں کیا آیا۔

فرمایا کوئی مسلمان اپنے حصے کی قربانی کرے جانور قربان کرے اُسے وہی اَجر، وہی ثواب، وہی درجہ، عطا ہوگا وہی برکات اُس پر آئیں گی اُس کی اپنی حیثیت کے مطابق اُسکی اپنی استعداد کے مطابق اُس کے اپنے خلوص کے مطابق وہی برکات اُس پر وارد ہوں گی وہی انوارات اُس پر وارد ہوں گے جو سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر جو اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام پر وارد ہوئے اور وہی رحمتیں اُس پر نازل ہوں گی۔ لہذا قربانی محض رسم نہیں ہے۔ یہ اس طرح بھی نہیں ہے کہ خانہ پُری کی جائے بلکہ پورے خلوص کے ساتھ اور حق یہ ہے کہ اگر ہمت ہو، استعداد ہو تو قربانی کے جانور کو خود ذبح کرے کہ ابراہیم علیہ السلام نے خود ذبح کیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے سو اونٹ قربان فرمایا اور آپ ﷺ نے نحر فرمایا اونٹوں کو دو طرح سے ذبح کیا جاتا ہے ایک تو گلے سے ذبح کرتے ہیں دوسرا تکبیر پڑھ کر یہاں نیزہ مارتے ہیں گردن کے نیچے جس سے وہ گر جاتا ہے پھر گردن بھی کاٹ دی جاتی ہے تو تریسٹھ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے نحر فرمائے اور باقیوں کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ باقی کے تم ذبح کر دو اور اللہ کی شان دیکھیں کہ آپ ﷺ کا قیام اس عالم آب وگل میں تریسٹھ برس ہی رہا یعنی قربانی میں یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہم خانہ پُری کریں اور بلکہ قربانی میں حیثیت دیکھی جاتی ہے کہ کس کی کتنی حیثیت ہے اور وہ کتنی قربانیاں کر سکتا ہے ہر فرد خانہ کی طرف سے کرے، بکرا کرے، دنبہ کرے، گائے کرے، بیل کرے، بھینس کرے، جانور جو بڑے ہیں ان میں سات سات حصے ہو جاتے ہیں۔ جو جانور اوسط درجے کا ہے اُس کے پانچ حصے ہو سکتے ہیں لیکن بکرا دنبہ وغیرہ جو ہے وہ ایک کے لئے ایک ہی ہے اُسے توڑا نہیں جا سکتا۔ بہر حال قربانی کے مسائل عام ہیں اور روزمرہ بیان ہوتے ہیں جو چیز میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس کے پیچھے ثواب کیا ہے۔

قربانی میں حیثیت دیکھی جاتی ہے کہ کس کی کتنی حیثیت ہے وہ کتنی قربانیاں کر سکتا ہے بڑے جانور جو ہیں ان میں سات حصے ہوتے ہیں اوسط درجے کے جانور میں پانچ حصے ہو سکتے ہیں۔

ایک گول مول لفظ ثواب کہہ دینے سے حقیقت منکشف نہیں ہوتی اُس کے پیچھے وہ انوارات ہیں، وہ برکات ہیں، وہ رحمتیں ہیں، اور قرب الٰہی کے وہ مدارج ہیں جو اُن باپ بیٹے دونوں اللہ کے رسولوں پہ نازل ہوئے اُنہی رحمتوں میں سے ہر قربانی کرنے والا اپنے کس خلوص سے وہ قربانی کرتا ہے چونکہ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ اللہ کو تمہارا گوشت نہیں۔

لن ینال اللہ .... اُن کا گوشت جانوروں کا اور خون اللہ کو اُس کی ضرورت نہیں ہے۔ ولکن ینالہ التقوی۔ وہ تو تمہاری اُس دل کی کیفیت کو دیکھتا ہے کہ کس خلوص سے، کس درد دل سے، اور کس گہرائی سے تم کس جذبے سے تم قربانی کر رہے ہو وہ جذبہ اللہ کے نزدیک اپنی حیثیت رکھتا ہے اپنی قیمت پاتا ہے محض خانہ پُری کرنا یا محض اپنی شہرت کے لئے پچاس پچاس ہزار کا ایک جانور خریدنا کہ لوگ کہیں اس نے بڑا

خوبصورت جانور خریدا یہ نہیں ہے اللہ کو اس کی پرواہ نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ اپنی حیثیت کے مطابق سو قربانیاں بھی کرسکتا ہے تو کرے لیکن لوگوں کے دکھاوے کے لئے نہیں۔ اپنا مال اور اپنے جانور اُس کی راہ میں دینے کے لئے۔ ایک کرسکتا ہے ایک پر کفایت کرے گھر کے پانچ افراد ہیں پانچ کرسکتا ہے پانچ کرے، دس کرسکتا ہے دس کرے، لیکن اُس درد دل کے ساتھ کرے اور اُس کیفیت کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرے کہ اگرچہ میں گنہگار ہوں، میں خطا کار ہوں، میں ناکارہ ہوں، میں بے کار ہوں لیکن اللہ کے خلیل اور اُس کے رسول علیہ السلام اور اُس کے عظیم رسول ذبیح اللہ علیہ السلام کی سنت ادا کرنے کے لئے اور وہی برکات جو اُن انبیاء علیھم السلام کو نصیب ہوئیں۔ ہم بالکل قربانی نہ کرتے اگر محمد رسول ﷺ نے قربانی نہ فرمائی ہوتی۔ ہمارے لئے اتباع تو لازم ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا اور سنت ابراہیمی علیہ السلام پہ عمل ہم اس لئے کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کیا اور کرنے کا حکم دیا ہم تبع ہیں محمد رسول اللہ ﷺ کے۔ لیکن آقائے نامدار ﷺ کے طفیل امتِ مرحومہ کو یہ عظیم درجہ اور یہ عظیم ثواب جو تھا اس میں اللہ نے شریک کار بنا دیا۔

قربانی کے واقعہ کا ذکر اس لئے ضروری تھا کہ اُس میں جو ثواب کی فلاسفی ہے وہ سامنے آجائے چونکہ ہمیں ہمیشہ ایک گول مول لفظ بتایا جاتا ہے ثواب ہوگا ثواب ہوگا ثواب کیا ہوگا؟ یہ بہت کم بتایا جاتا ہے اور اُس ثواب کو پانے کے لئے وہ جو کیفیات ہیں، وہ جو انوارات ہیں، وہ جو تجلیات ہیں، اُن کو پانے کے لئے نہ صرف یہ کہ جانور ہر طرح سے شرعی لحاظ سے قربانی کے ہیں ہمارا درد دل اُس میں شامل ہو ہمارا اخلوص اُس میں شامل ہو۔ ولکن ینال التقویٰ۔ اُس تک تو تمہارا اخلوص پہنچتا ہے۔ اللہ

ثواب کو پانے کیلئے وہ جو کیفیات ہیں' وہ جو انوارات ہیں' وہ جو تجلیات ہیں' اُن کو پانے کے لئے نہ صرف یہ کہ جانور ہر طرح سے شرعی لحاظ سے قربانی کے ہوں بلکہ ہمارا درد دل اُس میں شامل ہو۔

کریم ہم سب کو توفیق ارزاں فرمائے اور اتنی ہمت دے اتنی وسعت دے کہ ہم اپنے مال میں سے اُس کی راہ پہ قربان کرسکیں اور ہماری قربانی قبول فرمائے اور وہی برکات وانوارات جو آقائے نامدار ﷺ کے طفیل قربانی پہ ملتے ہیں ہم سب کو بھی نصیب فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی راؤ لیاقت علی (شجاع آباد) کے سگے ماموں انتقال فرما گئے ہیں ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

☆☆☆.........

سلسلہ عالیہ کے ساتھی حاجی محمد یوسف (سرگودھا) کے والد قضائے الٰہی سے فوت ہو گئے۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

☆☆☆.........

سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد یامین کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے ہیں ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

☆☆☆.........

سلسلہ عالیہ کے پرانے ساتھی سید مزمل حسین شاہ (فیصل آباد) قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

☆☆☆.........

سلسلہ عالیہ کے ساتھی طارق مسعود (فیصل آباد) قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

☆☆☆.........

سلسلہ عالیہ کے ساتھی چوہدری محمد مالک جٹ (کاموکے) وفات پا گئے ہیں ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

☆☆☆.........

راؤ شمیم اختر خاں کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں ہیں تمام ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

باتیں اُن کی خوشبو خوشبو

قلزم فیوضات حضرت مولانا اللہ یار خاںؒ کے فرمودات

بخدمت عزیزم فقیر

السلام علیکم! گرامی نامہ مل کر کاشف حال ہوا۔ یاد آوری کا شکریہ۔ ہر بات کا جواب سن لیں۔ دو ماہ کی اجازت و گاڑی کی فروخت' ڈیڑھ ماہ بعد کو دی جائے گی۔ گرمیوں میں تمام رفقاء کو دو ماہ کی رخصتیں ہوں گی۔ تو کسی جگہ جنگل میں قیام کرنا ہے' وہاں آپ بھی آجائیں۔ مل کر معمول کرنے سے زیادہ نورانیت پیدا ہوتی ہے' یہ دوبارہ خط و کتابت سے پھر طے کیا جائے گا۔ فی الحال گاڑی پر کام بھی کریں اور معمول میں پوری طاقت خرچ کریں۔ کہ لطائف ٹھیک ہوں اس وقت۔ دوم عرب جانے کے متعلق دوبارہ مشائخ سے بعد کو دریافت کیا جائے گا۔ سوم' آپ لاہور کی شکایت کر رہے ہیں' اس گمراہی وطغیانی' زنا' چوری' حرام خوری' دھوکہ بازی' قتل' جوا بازی' سود خوری' بے نمازی' شراب خوری کا ہر جگہ بازار گرم ہے' لوگوں کے دلوں سے حرام حلال کی' ماں بہن کی تمیز اٹھ چکی ہے' ان سے درندے اچھے ہیں۔ انسان' خصوصاً آج کل کا پاکستانی مسلمان تین چیزوں سے خالی ہو چکا ہے۔

1- ان کا ایمان خدا اور رسولؐ پر مکمل نہیں رہا اور نہ کچھ تو خوف و حیا کرتے۔

2- رسولؐ سے جو دلی و روحانی تعلق تھا وہ توڑ بیٹھے ہیں۔

3- مواخذہ اخروی کے قائل ہی نہیں رہے' بلکہ ان کے دل سے عظمت رسولؐ' محبت رسولؐ' اطاعت رسولؐ نکل چکی ہے' اطاعت بغیر محبت و عظمت محال ہے' اس گمراہی کے طوفانی وطغیانی سیلاب میں بڑے بڑے دین دار بھی بہہ گئے ہیں۔ ہر جگہ تجارت دین کے اڈے قائم ہیں۔ علماء نے مساجد کو منڈی سمجھ رکھا ہے' منبر و محراب کو دکان بنا لیا ہے' ان دکانوں میں دین خدا اور رسول کی تجارت ہوتی ہے۔ دنیا لی جاتی ہے' دین دیا جاتا ہے' جماعتیں تجارت کی کمپنیاں ہیں' جو مسئلہ بیان کیا جاتا ہے' وہ محض گروہ بندی کی صورت میں' توحید ہے تو گروہ بندی کی صورت میں' رسالت ہے تو گروہ بندی کی شکل میں' یہ ہے حال علماء وقت کا۔ فقراء سجادہ نشینوں نے تو مدت سے اصل چیز ختم کر دی ہے' اب قوالی اور گانے بجانے پر تصوف کی بنیادیں قائم ہیں۔ گو تجارت بدستور جاری ہے۔ ان کو نہ خوف خدا ہے نہ حیاء رسول اللہ ﷺ ہے۔ کہ کل خدا کی بارگاہ میں کیا جواب دیں گے۔ جس چیز کا علم نہیں۔ اس کا دعویٰ ہے محض پیٹ پروری کے لئے اور دکان کے چمکانے کے لئے۔ اللہ اکبر' عزیزی! اہل اللہ کا وجود تو دنیا سے نابود ہو چکا ہے۔ چند دن ہوئے کہ غوث اعظمؒ کے پاس یہی مسئلہ پیش ہوا۔ تو فرمایا کہ دنیا پوری میں اس وقت تین آدمی ہیں جن سے مخلوق کو فیض ہو رہا ہے' ان میں سے تیز فیض اس بدکار دنیا کا بتایا۔ اب بتاؤ پوری دنیا میں کامل اکمل صرف تین آدمی ہیں۔ عزیزی! یہ مسلمان زمانہ تمام ابلیس لعین کا کھلونا بن چکے ہیں۔ ان سے کھیل رہا ہے' جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہے اور دعوت دیتا ہے وہ بھی محض کسی دنیا کے طمع کے ماتحت ہوتی ہے' اس نے اسلام کا لیبل منہ پر لگایا ہوتا ہے۔

عزیزی! انشاء اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں ہیرے و موتی پیدا ہوں گے۔ جو دین محمدیؐ کی صحیح خدمت کریں گے۔ عزیزی میں سنگ ریزے جمع کر رہا ہوں۔ شاید ان میں کوئی لعل یا کچھ موتی نکل آئیں۔

میں اور لاہور' عزیزی! میں ایک اجیر خاص ہوں۔ بارگاہ الٰہی و بارگاہ رسولؐ کا۔ فقہا کی اصطلاح میں اجیر خاص وہ ہوتا ہے۔ جس کو مالک جس کام پر لگانا چاہے وہ انکار نہ کرے۔ میں تو مجبور ہوں۔ یہاں مشائخ کا بحکم خدا اور رسول حکم ہوگا۔ وہاں ہی قیام کروں گا۔ مومن کا کوئی وطن خاص نہیں۔ اسلام کا تخم جو زمین قبول کرے وہاں جا کر تخم ریزی کرے۔ ہم کو جو حکم ہوگا۔ وہ کروں گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ آپ اللہ والوں کی جماعت میں داخل ہیں۔ اس جماعت سے بڑھ کر کوئی خدا کے ہاں مقبول جماعت نہ ہوگی۔ نہ ہی ہے' ذکر خدا سے کسی وقت غفلت نہ ہو جائے' فرائض کی سخت پابندی' نوافل پر دوام' معمول بدستور جاری رہے' توکل علی اللہ۔ مخلوق سے کنارہ' اگر قرب ہو تو برائے نصیحت و خیر خواہی کے ہو۔

جواب وقتاً فوقتاً دیا کریں آپ کو خط سے ہی فائدہ ہوا کرے گا۔ میرا خط بھی ایک توجہ ہے' جس سے آپ کو روحانی فائدہ ہوا کرے گا۔ والسلام

ہم اس پاک وطن پر

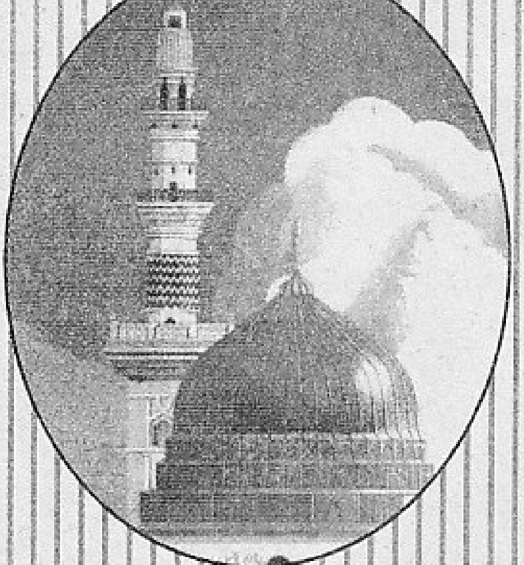

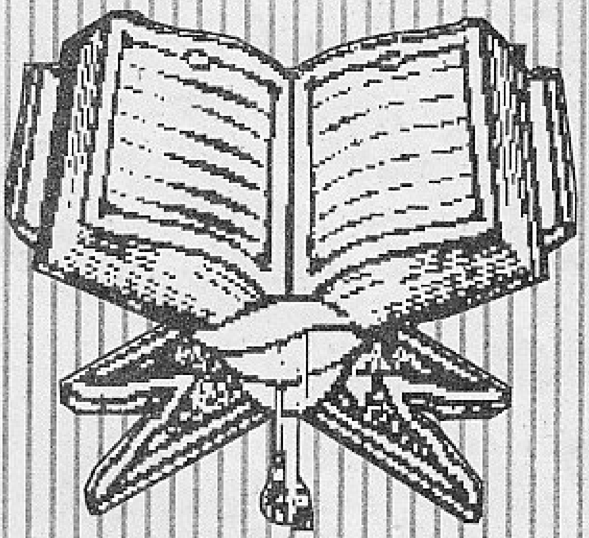

قرآن و سنت

کی حاکمیت چاہتے ہیں

شیخ ناصر شیخ عبدالستار گلی نمبر 1 بالمقابل حمان مارکیٹ

منٹگمری بازار فیصل آباد فون 617057-611857

تاجران: کاٹن یارن اینڈ پی سی یارن

''حج''

حج کا فلسفہ سمجھنے کے لئے یہ جان لینا ضروری ہے کہ اللہ نے انسان کو اطاعت کے لئے نہیں اپنی محبت کے لئے پیدا کیا ہے اطاعت وہ محبت کے اظہار کے طور پر کرتا ہے۔ اللہ کی خوشنودی اور رضا پانے کے لئے کرتا ہے کہ جس سے محبت کی جائے اس کی رضا پا لینا محب کی اولین خواہش ہوتی ہے۔ حج یا عمرہ کرنا صرف ایک فرض یا عبادت کا نام نہیں ہے نہ یہ کسی پکنک کا نام ہے نہ نئے لوگوں اور نئی جگہوں کو دیکھنے کا نام ہے اور نہ اس کا مقصد دنیا کی نظروں میں معتبر بننا ہے اور اپنے نام کے ساتھ سابقوں اور لاحقوں کے اضافے کا نام ہے یہ تو قربانی کا اتھاہ جذبہ ہے جو ہمیں اپنے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے توسط سے ملا۔

آسیہ اعوان

حج کا موسم آیا اور گزر گیا۔ لاکھوں خوش نصیب دنیا سے دامن چھڑا کر اپنے مالک کے مہمان ہوئے۔ مانگنے اور مقبول ہونے کے دن آئے۔ اور اللہ کے گھر پہنچنے والا ہر شخص ہر طرف سے بے غرض ہو کر اپنے رب کی طرف یکسو، عمر رایگاں کو کارآمد بنانے میں کوشاں زندگی کے بہترین وقت سے گزرا۔ مانگتے مانگتے سو جانے اور جاگ کر پھر مانگنے والوں کی مناجاتوں میں شائد ہمارا تذکرہ بھی کہیں ہو۔ کوئی تو ایسا بھی ہوگا جو افراد کیلئے نہیں انسانیت کے لئے بھلائی مانگ رہا ہوگا۔ کسی کے لب تو عالم اسلام کے لئے ہل رہے ہوں گے۔

لب جو خودغرضی زیب نہیں دیتی اور جب رب کی عنایتوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہو تو چند قطروں پہ قناعت کہاں کی عقلمندی ہے۔ کبھی تو ایسا بھی ایک وقت آئے گا کہ جب ہم بھی رخصت کرنے والوں کی بجائے رخصت ہونے والوں میں شامل ہوں گے بس ذرا بلائے جانے کے اہل تو ہو لیں۔ ہم تو موذن کی پانچ وقت کی پکار کا جواب نہیں دے پاتے۔ ابھی ہم کس منہ سے وہاں جانے کی بات کریں۔

ہاں مگر دل میں دبی دبی سی خواہش رکھنے میں تو

> **حج و عمرہ تنگدستی اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جیسے آگ کی بھٹی لوہے اور سونے چاندی کی خرابی کو دور کر دیتی ہے۔**

کچھ مضائقہ نہیں۔ دل میں شوق کو جگہ دیں گے اُس سے ملنے کی چاہ ہوگی۔ جانے کی تڑپ ہوگی تو شائد اس کی رحمت کو ہم گنہگاروں پہ رحم آ جائے۔ شائد!

حج کے معنی کسی کے پاس بار بار جانے کے ہیں۔ حج کا موسم ہر سال آتا ہے لیکن حج ہر سال ہر ایک پر فرض نہیں۔ بلکہ حکم ہے کہ وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً

''اور لوگوں پر اللہ کے لئے اس کے گھر کا حج کرنا فرض ہے اس پر جو اس تک راہ پا سکے'' یعنی استطاعت رکھتا ہو۔ صاحبِ استطاعت وہ ہے جو آزاد ہو، صحت مند ہو اور اتنا مال رکھتا ہو کہ زادِ رہ کے علاوہ اپنے اہل و عیال کے لئے بھی پیچھے چھوڑ جائے پھر راستہ بھی پُرامن ہو۔ یوں حج ہر عاقل، بالغ، صاحبِ استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک بار فرض ہے۔

حج کا فلسفہ سمجھنے کے لئے یہ جان لینا ضروری ہے کہ اللہ نے انسان کو اطاعت کے لئے نہیں اپنی محبت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اطاعت وہ محبت کے اظہار کے طور پر کرتا ہے۔ اللہ کی خوشنودی اور رضا پانے کے لئے کرتا ہے کہ جس سے محبت کی جائے اس کی رضا پا لینا محب کی اولین خواہش ہوتی ہے۔

اللہ کریم کو یہ پسند نہیں کہ جس طرح سانس لینا ہماری فطرت میں ہے اسی طرح اللہ

کی بندگی بھی ہم میں feed کر دی جاتی۔ اور اس میں ہماری مرضی یا خوشی کو کوئی دخل نہ ہوتا جس طرح فرشتے ہیں یا انسان کے علاوہ دیگر تمام مخلوقات ہیں۔ یہی انسانیت کا شرف ٹھہرا کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے کو تلاش کرے پہچانے اور پھر مانے اور ایسا مانے کہ خود کو اس کی رضا میں فنا کر دے کل من علیها فان اور پھر اس کے نتیجے میں ایسا تعلق پیدا ہوگا کہ صرف وہ ہی باقی رہے گا اور باقی ہر شے اس کا حوالہ بن کر رہ جائے گی۔ ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام حج کے مناسک میں عشق کی یہی وارفتگی پائی جاتی ہے، دیوانہ وار طواف کعبہ کرو اور پکار پکار کر لبیک لبیک کہو۔ مست و بے خود ہو کر سعی کرو نہ صرف جانور کو قربان کرو بلکہ نفس امارہ کی گردن پہ بھی چھری پھیر دو۔ تو پھر اس سے یہ ہوگا کہ صرف اللہ کی ذات باقی رہ جائے گی تو تمہاری ذات گناہوں سے دھل کر اس طرح پاک وصاف ہو جائے گی گویا تم نے آج ہی ماں کے پیٹ سے جنم لیا۔

حج یا عمرہ کرنا صرف ایک فرض یا عبادت کا نام نہیں ہے نہ یہ کسی پکنک کا نام ہے نہ نئے لوگوں اور نئی جگہوں کو دیکھنے کا نام ہے اور نہ اس کا مقصد دنیا کی نظروں میں معتبر بننا ہے اور اپنے نام کے ساتھ سابقوں اور لاحقوں کے اضافے کا نام ہے یہ تو قربانی کا اتھاہ جذبہ ہے جو ہمیں اپنے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے توسط سے ملا۔ یہ تو پیاسی روح کی پیاس کو بجھانا ہے جیسے اللہ نے حضرت اسماعیل کے قدموں سے زم زم کو جاری کر کے ان کی پیاس بجھائی اور یہ تو بے قرار دل کے قرار کا نام ہے۔ جو اللہ نے مائی حاجرہ کے دل کو بخشا کہ بیچ صحرا اپنے نوزائیدہ کو لے کر اللہ کے بھروسے بیٹھ رہیں نہ لب پہ کوئی شکوہ نہ دل میں کوئی سوال۔ ہم سو مصیبتوں کے بعد سفر حج پہ جاتے بھی ہیں تو اس چمک دمک کے دور میں چھوٹے بچوں کی طرح بتیاں دیکھنے میں گم

مانگتے مانگتے سو جانے اور جاگ کر پھر مانگنے والوں کی مناجاتوں میں کوئی تو ایسا بھی ہوگا جو افراد کیلئے نہیں انسانیت کے لئے بھلائی مانگ رہا ہوگا

ہو جاتے ہیں۔ عربوں کی امارت، سڑکوں کی روانیاں، عمارتوں کی بلندی، رنگا رنگ مخلوق اور دنیا کی تمام نعمتوں کے انبار ہمیں یہ بھلا دیتے ہیں کہ ہم کس جگہ ہیں اور کیا کرنے آئے ہیں؟

معلمین اور کتابوں کے سہارے ارکین حج ادا کرتے ہیں بنا یہ سمجھے اور جانے کہ جو عمل کر رہے ہیں کیوں کر رہے ہیں اس کی حقیقت کیا ہے اور اس کا حاصل کیا ہے؟ جس طرح یہاں ہمارے دین کے ضامن مولوی حضرات ہیں، ماں باپ مر جائیں تو جنازے کیلئے یا اولاد پیدا ہو تو اذان کیلئے اور نکاح کیلئے نماز باجماعت کیلئے خود مومن ہوتے ہوئے ہم ان کے محتاج ہیں۔ ایسے ہی ہم مناسک حج کے لئے ہم نہ اپنے شعور کو بیدار کرتے ہیں اور نہ دل کو حاضر اب تو حج بھی ایک رسم، ایک رواج سے بڑھ کر کچھ نہیں رہا دین کے باقی ارکین کی طرح یہ رکن بھی اپنی روح کھو چکا ہے۔

بہت کم ایسے احباب ہوتے ہیں جن کی حاضری واقعی حضوری کا درجہ رکھتی ہے جن کے صرف لب نہیں ہلتے' دل بھی لرزاں و ترساں ہوتے ہیں۔ شائد اللہ اپنے ان مقبول اور منتخب بندوں کی طفیل باقی سب کی مناجات کو بھی قبولیت بخش دے ورنہ ہم دین کی روح کو سمجھنے سے بے بہرہ لوگ ہیں جن کے لئے ہر شے راہ و رسم دنیا ہے اور کچھ نہیں۔ ورنہ حج تو ایک ایسی جامع عبادت ہے کہ اس میں سبھی ارکان کسی نہ کسی صورت موجود ہیں۔ جس قبلہ کی طرف ہم اتنے دور سے سجدہ ریز رہتے ہیں وہاں پہنچ کر سجدوں کا لطف کیا ہوگا۔ روزے کی طرح ضبط نفس ہے گالی گلوچ اور تمام شہوات سے نہ صرف دن بلکہ دن اور رات دونوں میں ممانعت ہے۔ حاجی اپنی خون پسینے کی کمائی کو خرچ کرتا ہے۔ جب قربانی کرتا ہے تو اس کا گوشت غربا میں تقسیم کر دیتا ہے اور حج جہاد کی بھی علامتی مشق ہے اس میں اتحاد و یگانگت کا درس ہے۔ رنگ و نسل، عمر و مرتبے سے بالاتر ہو کر بھی اللہ کی رضا کے لئے سرگرداں ہوتے ہیں نیز حضورؐ سے جب عورتوں نے جہاد میں شمولیت کی اجازت چاہی تو آپؐ

نے فرمایا، تمہارا بہترین جہاد حج ہے۔''

غرض اسلام کی تمام عبادات وارکین میں یہ خاصیت پائی جاتی ہے کہ ہر ایک دوسری سے جڑی ہوئی ہے۔ اسلام مجموعہ اضداد نہیں ہے ہر عبادت میں دوسری عبادات کا بھی درس موجود ہے۔ حج بھی ایک جامع عبادت ہے احادیث میں اس کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے۔ مثلاً حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''جسے حج کرنا ہو جلدی کرے۔ موت کا کیا ہے کب آ کھڑی ہو۔ پس حج کے فرض ہوتے ہی روانہ ہو جاؤ'' (ابوداؤد)

آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ ''حج اور عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں ان کا مرتبہ اتنا بڑا ہے کہ اللہ سے دعا کریں تو وہ قبول کرے مغفرت طلب کریں تو وہ بخش دے۔

نیز یہ بھی فرمایا۔ ''حج وعمرہ تنگدستی اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جیسے آگ کی بھٹی لوہے اور سونے چاندی کی خرابی کو دور کر دیتی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

گویا اس بات سے نہ ڈرو کہ حج کرنے سے تمہارے مال میں کمی واقع ہو جائے گی بلکہ یہ صرف اجر آخرت کا وعدہ نہیں کرتا بلکہ اس کی برکت سے فقر وتنگدستی بھی دور ہو جاتی ہے ہاں لیکن جو کوئی اللہ کی راہ میں حرام مال خرچ کرتا ہے تو اس کے بارے میں حدیث پاک میں وعید موجود ہے آپ ﷺ کے فرمان کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ:۔

''کوئی شخص ایسا ہوگا کہ ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے آئے گا اس کے بال بکھرے ہوئے اور کپڑے گرد آلود ہوں گے اور دیوانہ وار طواف کعبہ کرتا ہوگا اور پکار پکار کر اپنے رب کو یاد کرتا ہوگا لیکن اس کی دعائیں اس کے منہ پہ دے ماری جائیں گی اور اس کی کوئی بھی شے قبول نہیں کی جائے گی صحابہ نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کیونکہ اس کا کھانا

> بہت کم ایسے احباب ہوتے ہیں جن کی حاضری واقعی حضوری کا درجہ رکھتی ہے جن کے صرف لب نہیں ہلتے دل بھی لرزاں وترساں ہوتے ہیں جس قبلہ کی طرف ہم اتنے دور سے سجدہ ریز رہتے ہیں وہاں پہنچ کر سجدوں کا لطف کیا ہوگا

حرام مال سے ہوگا۔ اس کا لباس حرام مال سے بنا ہوگا اور اس کا سب زاد راہ حرام مال کا ہوگا۔''

پس یہ مت سمجھا جائے کہ حرام مال کو اگر اچھی جگہ پہ صرف کیا جائے یا نیک مقصد کے لئے خرچ کیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔

احادیث کی رو سے حج کیلئے اپنے دل میں شوق رکھنا چاہئے اس کے لوازم کو پورا کرنے کی سعی کرنی چاہئے اور جونہی کوئی صاحب استطاعت کے زمرے میں آئے تو پھر بنا توقف حج کے دنوں میں دنیا سے دامن چھڑا کر اپنے رب سے ملاقات کے لئے چل پڑے کیونکہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ

''جس کو واقعی مجبوری نے، ظالم بادشاہ نے یا سفر میں مانع مرض نے حج سے نہیں روکا اور پھر بھی اس نے حج نہیں کیا اس کو چاہئے کہ چاہے وہ یہودی ہونے کی حالت میں مرے اور چاہے تو نصرانی ہونے کی حالت میں مرے۔ (مشکوٰۃ)

احرام کی ان سلی دو چادروں میں طواف کعبہ اور سعی میں وقوف عرفات، جمرات، قربانی اور حلق راس میں مرضیات باری کو ملحوظ رکھے۔ سکون اور وقار کے ساتھ ہر رکن کو ادا کرے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام واسماعیل علیہ السلام کے عہد سے حُجۃ الوداع اور خطبہ حُجۃ الوداع تک ساری تاریخ پہ نظر کرے پھر ان جگہوں' مقامات اور مناسک حج کی قدر کو اپنے دل میں جگہ دے اور ارکان حج کو پورا کرے بے ریاء ہو کر، مٹ کر، فنا ہو کر، شائد کسی قبولیت کی گھڑی میں اسے بھی اللہ کے نام کے ساتھ بقائل جائے۔ اور یہ مٹی بھی کسی ٹھکانے لگے۔

اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ وہ دلوں کے بھید جانتا ہے اور ہماری نیتوں سے واقف ہے۔ پس اس سے یہی التجا ہے کہ ہمارے اعمال خاص اور خالص کر دے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆

بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب

جو برکات نبوی ﷺ دلوں کو سیراب کرتی ہیں وہ گستاخی سے کٹ جاتی ہیں۔ بندہ نمازیں پڑھتا رہتا ہے روزے رکھتا رہتا ہے لیکن جب قبر میں آنکھ کھلے گی تو پتہ چلے گا کہ یہ تو میں صرف ایکسرسائز کرتا رہا اندر والی بات تو تھی ہی کوئی نہیں۔ اور یہ بنیادی وجہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں لیکن بُرائی کرتے ہیں ہم نماز پڑھتے ہیں لیکن جھوٹ بولتے ہیں حج کر کے آتے ہیں لیکن لین دین میں دھوکا کرتے ہیں۔ یہ ہمارا کردار کیوں نہیں سدھرتا جب کہ عبادات کا یقینی نتیجہ ہے کردار کی اصلاح۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ 30-11-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم o

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ o اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ o یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ o اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی o لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ o اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ. وَلَوْ اَنَّھُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْھِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ o

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ o ط

اے ایمان والو! اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے آگے نہ چلا کرو۔ نبی کریم ﷺ سے بات ہوتی تھی تو فرمایا آپ ﷺ کی بات ختم کرنے سے پہلے بول نہ پڑا کرو کچھ آپ ﷺ فرمانے لگیں تو تم آگے سے بات شروع نہ کر دیا کرو لیکن اس کے ساتھ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ پہلے اللہ کریم نے اپنا نام لیا کہ نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں اگر بے ادبی ہے تو پہلے اللہ کی بارگاہ میں وہ گستاخی ہے پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے ادبی ہے۔

لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ

اب اللہ کی وحی تو کسی پر نہیں آتی سوائے پیامبر ﷺ کے اور یہ ممکن نہیں تھا کہ کسی کے ساتھ اللہ ہم کلام ہو رہا ہے اور وہ پہلے بول پڑے وحی تو صرف آقائے نامدار ﷺ پر آتی تھی اور بات وحی کی نہیں بات حضور ﷺ کے کلام فرمانے کی ہے کہ جب آپ ﷺ کلام فرما رہے ہوں تو اُس سے پہلے بولنا شروع نہ کرو اس طرح اگر پہلے بات نہیں کر سکتے تو جو احکام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیئے ہیں اُن سے بڑھ کر اپنی طرف سے کوئی کام شروع نہ کرو تم آگے نہیں لگ سکتے یعنی کسی بھی کام کو بحیثیت دین آپ کرنا چاہتے ہیں ثواب سمجھ کر کرنا چاہتے ہیں جو دنیوی کام ہیں یا دنیا کی جو چیزیں ہیں سارے کام حلال جائز ہیں ساری چیزیں حلال ہیں اُن میں حرمت تلاش کرنی پڑتی ہے یعنی شرعی طور پر سارے جانور حلال ہیں اب تلاش یہ کرنا ہے کہ ان میں حرام کون کونسے ہیں اس طرح یہ دنیوی کام ہم کرتے ہیں سارے حلال میں تلاش یہ کرنا ہے کہ اُن میں حرام کون کون سے ہیں کس کس طریقے سے حضور ﷺ نے منع کر دیا وہ حرام ہیں لیکن دین کا کوئی کام جسے ہم ثواب سمجھتے ہیں جسے ہم سمجھتے ہیں اس سے اللہ راضی ہوگا اُس کام کے لئے سند چاہئے بارگاہ رسالت ﷺ کی اگر ہم اپنی طرف سے گھڑیں گے تو یہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھی اور سب سے بڑھ کر اللہ کی بارگاہ میں گستاخی ہوگی اور اُس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی ہوگی۔ لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے آگے نہ بڑھو۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اور اللہ سے اپنا تقویٰ کا رشتہ قائم رکھو۔ یہاں تقویٰ یا اللہ سے رشتہ ایمان، رشتہ الفت، رشتہ عشق کا ذکر اس لئے

کیا کہ اگر بارگاہ نبوی ﷺ میں بے ادبی یا گستاخی ہوگی خدانخواستہ تو جو اللہ سے آپ کا تعلق ہے وہ ٹوٹ جائے گا وہ قائم نہیں رہے گا اور اُس کے قائم نہ رہنے کا سبب وہ گستاخی ہوگی، وہ بے ادبی ہوگی، جو بارگاہ نبوی ﷺ میں ہوئی لہذا دینی امور میں جس کام کو ہم ثواب سمجھ کر کرتے ہیں اور شریعت میں اُس کے بارے کوئی حکم نہیں ہے کوئی جواز نہیں بنتا وہ ثواب نہیں ہے اُسی کو بدعت کہتے ہیں۔

ہر نیا کام بدعت نہیں ہوتا۔ اب سفر کے وسائل سے بحث نہیں کی گئی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے حج کیلئے پیدل سفر فرمایا۔ اونٹ پر، گھوڑے پر سفر فرمایا۔ آپ ﷺ نے گدھے پر سواری کی۔ نبی اکرم ﷺ نے خچر پر سواری کی تو ہم ہوائی جہاز پر کیوں بیٹھیں یہ بدعت ہو جائے گی نہیں یہ دنیوی امور ہیں وسائل اور ذرائع بدل گئے ہیں ذریعہ کی تبدیلی نہ گھوڑے پر بیٹھنا ثواب ہے نہ جہاز میں بیٹھنا ثواب ہے اس کا تعلق ایمان سے یا عبادت سے نہیں ایک سبب ہے دنیوی، مقصد حج کرنا ہے یا مقصد اپنے کاروبار پر جانا ہے مقصد سفر کرنا ہے ذریعہ سفر ہے اسی میں ثواب گناہ کی بات نہیں ہاں اب اگر ہم کسی ایسی سواری پہ بیٹھ جائیں جس سے اللہ نے منع کیا ہو مثلاً ہم سواری کا وسیلہ خنزیر کو بنالیں ہم اپنی گاڑی کے آگے دو خنزیر جوت لیں تو وہ درست نہیں ہوگا۔ یعنی دنیوی امور سب جائز ہیں اُن میں ناجائز تلاش کرنا پڑتا ہے اسی طرح سب اشیاء علماء فرماتے ہیں تمام چیزیں حلال ہیں۔ خلق لکم ما فی الارض جمیعاً سب کچھ تمہارے لئے ہے اُس میں حرمت ثابت کرنا پڑتی ہے عبادت کے معاملے میں جواز تلاش کرنا پڑتا ہے ثبوت تلاش کرنا پڑتا ہے کہ اس کا حکم ہے یا نہیں اور اگر حکم شرعی نہیں ہے اور ہم اُسے عبادت سمجھ کر کر رہے ہیں تو وہ بدعت ہوگی اور

> **کسی بھی کام میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے آگے نہ بڑھو۔ یعنی رسول ﷺ کی ذات سے پہلے اللہ کریم نے اپنا نام لیا**

بدعت کی بنیاد ہوتی ہے سنتِ سنیہ کو گرا کر اُس کے کھنڈر پر۔ یعنی جہاں ہم دین میں کوئی بدعت اختیار کرتے ہیں وہاں سے ایک سنت ضائع ہو جاتی ہے اور یہ بہت بڑی گستاخی ہے کہ سنت کی جگہ، آپ ﷺ کے حکم کی جگہ، کسی ماو شما کی بات کو اہمیت دی جائے تو فرمایا اگر ایسی بات ہوگی تو تمہارا اللہ سے رشتہ الفت ختم ہو جائے گا مولانا تھانوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بدعت کے بارے لکھتے ہیں کہ یہ ایسی مصیبت ہے کہ جو اس میں گرفتار ہو جاتا ہے وہ بے چارا نیکی سمجھ کر گرفتار ہوتا ہے اس لئے اُس سے توبہ بھی نہیں کرتا اب نیکی سے کون رجوع کرے گا کہ اللہ اس سے بچائے یہ ایسی مصیبت ہے جو اس میں گرفتار ہو جائے تو اُس کی نجات کی امید نہیں رہتی اُسے توبہ بھی کم نصیب ہوتی ہے وہ جو نیکی سمجھ رہا ہے اب یہ کہنا کہ میں جانتا نہیں تھا یہ کوئی عذر نہیں ہوگا چونکہ جاننا فرض ہے فرض کا جاننا فرض ہے سنت کا جاننا سنت ہے واجب کا جاننا واجب ہے اور دنیا میں بھی ایک اصول ہے بین الاقوامی Ignorance of Lawis no Excuse کہ قانون سے واقف نہ ہونا کوئی بہانہ نہیں ہے۔ آپ کسی دوسرے ملک میں جاتے ہیں وہاں کوئی ایسا کام کرتے ہیں جو اُن کے قانون کے خلاف ہے تو وہ سزا دیں گے اور یہ بہانہ نہیں سنیں گے کہ میں جی قانون سے واقف نہیں تھا یہ کوئی بہانہ نہیں۔ یعنی دنیوی عدالتوں کا بھی یہ طے شدہ اُصول ہے کہ قانون کو نہ جاننا یہ کوئی عذر نہیں ہے کہ میں جانتا نہیں تھا اِس لئے میں نے جرم کیا سزا بھگتو گے قانون سے واقف ہونا چاہئے تھا کام کرنے سے پہلے کسی سے پوچھ لیتے کہ یہ قانون میں اس کی کیا حیثیت ہے؟۔ تو جب ہم کسی چیز کو دین یا ثواب سمجھ کر اختیار کرتے ہیں تو ضروری یہ ہے کہ ہم اُس کی تحقیق کر لیں علماء سے پوچھ لیں جاننے والوں سے پوچھ لیں کہ اس کا حکم حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے دیا ہے چار چیزیں سنت میں آتی ہیں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کوئی کام کیا خود ذاتی طور پر اُس انداز سے اُس کا کرنا مسنون ہوگیا کرنے کا حکم دیا مسنون ہوگیا کسی نے حضور ﷺ کے سامنے کوئی کام کیا

اور آپ ﷺ نے اُس کی تردید نہیں فرمائی پسند فرمایا اجازت دے دی یہ سنت ہو گیا کسی کام کا حضور ﷺ نے ارادہ فرمایا لیکن کوئی سبب ایسا آ گیا کہ اسے حضور ﷺ اُس وقت نہیں کر سکے بعد میں کر دیا گیا سنت ہے جب وہ عذر اٹھ جائے جس طرح نماز تراویح ہے کہ حضور ﷺ نے تین روز خود پڑھائی اور چوتھے روز صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین انتظار کرتے رہے چوتھی شب حضور ﷺ تشریف نہیں لائے تو عرض کیا گیا تو فرمایا اپنی اپنی پڑھ لو میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ تم پر فرض نہ ہو جائے اور تم پر بھاری نہ پڑے لہذا میں نہیں پڑھاتا اب یہ عذر تھا۔ خلافت صدیقیؓ میں بھی لوگ اپنی اپنی پڑھتے رہے عہد نبوی ﷺ میں اپنی پڑھتے رہے۔ خلافت صدیقیؓ میں اتنے طوفان اٹھے جھوٹے نبیوں کے، منکرین زکوۃ کے، مشرکین کے، کہ ادھر سے ہی فرصت نہ ملی اور اُسی طرح سلسلہ رہا۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ اُس وقت تو عذر تھا حضور ﷺ نے فرمایا کہ کہیں فرض نہ ہو جائے اب تو بات ختم ہو گئی دین مکمل ہو گیا۔ حضور ﷺ برزخ میں جلوہ افروز ہو گئے۔ دنیا سے پردہ فرما گئے تو اب تو ایسا کوئی امکان نہیں لہذا اب اس سنت کو زندہ کیا جائے اور یہ بیس رکعت تراویح باجماعت ادا کی جائے اس پر ابھی بھی لوگ اعتراض کرتے رہتے ہیں کہ یہ عہد نبوی ﷺ میں جماعت آپ ﷺ نے چھوڑ دی تھی۔ عہد صدیقیؓ میں نہیں ہوئی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے اس کا حکم دیا۔ بلکہ ایک آدمی کو میں نے یہ کہتے بھی سُنا کہ "وہ بڑے ڈاڈے آدمی تھے انہوں نے زبردستی لوگوں سے پڑھا دیں" حالانکہ یہ کلمہ کفر ہے۔ شیخین میں سے، امت مسلمہ میں سے، دوسرے درجے پر جو عظیم انسان ہے چونکہ علی الترتیب خلافت فضیلت ہے اُس کے بارے یہ کہنا کہ اُس نے دین میں زبردستی کی تو یہ ایک ایسا الزام ہے کہ کہنے والا مسلمان نہ رہے تو فرمایا۔

یہ جو لوگ حجرہ مبارک کے باہر سے آپ ﷺ کو آوازیں دیتے ہیں ان میں اکثریت بے وقوفوں کی ہے

لا تُقَدِّمُوا بَیْنَ یَدَیِ اللہِ وَرَسُوْلِہٖ

کسی بھی کام میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے آگے نہ بڑھو۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کی ذات سے پہلے اللہ کریم نے اپنا نام لیا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی تو بعد میں ہو گی پہلے وہ میری گستاخی شمار ہو گی چونکہ میرا نبی ﷺ وہی بات آگے پہنچاتا ہے جس کے پہنچانے کا میں حکم دیتا ہوں۔

مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ، یُّوْحٰی وہی بات حضور ﷺ آگے پہنچاتے ہیں جس کا حکم میں دیتا ہوں۔ وَاتَّقُوا اللہَ اور اپنا رشتہ الفت بچا کے رکھو۔ اِنَّ اللہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ، اللہ سنتا بھی ہے، جانتا بھی ہے، کسی کو تمہاری شکایت کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی وہ ہر حال سے، ہر سوچ سے، ہر اُس بات سے باخبر ہے جو کسی کے دل میں ہوتی ہے۔

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ اپنی آواز نبی علیہ السلام کی آواز سے بلند نہ کرو۔ اگر حضور ﷺ رونق افروز ہیں اور آپ ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں تو کوئی بھی شخص اتنی بلند آواز میں بات نہ کرے جو حضور ﷺ کی آواز سے بلند ہو۔

وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ

اور جس طرح آپس میں گپیں لگاتے ہو اس طرح میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ آزادانہ گپ لگانے کی کوشش نہ کرو۔

بارگاہ نبوی ﷺ کا ادب یہ ہے کہ اپنے مقصد کی بات کرو۔ دھیمی آواز میں بات کرو احتیاط سے کرو اور ضرورت کے مطابق کرو جس طرح آپس میں گپ شپ میں بیٹھ جاتے ہو اُس طرح کی اجازت نہیں ہے۔ اور اگر ایسا کرو گے آواز بلند سے بولو گے یا محض گپ لگاؤ گے تو کیا ہو گا۔

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ

اور تمہاری ساری نیکیاں ضائع کر دی جائیں گی اور تمہیں خبر بھی نہ ہو گی۔ اور یہ معنی بھی تب بنتا ہے جب تَشْعُرُوْنَ کا عطف جو ہے وہ حبط

اعمال پر ہو۔ بعض علماء کے نزدیک تشعرون کا جو تعلق ہے وہ لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان احکام سے ہے۔ یعنی اگر یہ احکام تم نے غیر شعوری طور پر بھی توڑے اگر تمہاری آواز بلا ارادہ بھی بلند ہوگئی اگر تم نے بلا ارادہ بھی گستاخی کر لی تو تمہاری ساری نیکیاں ضائع ہو جائیں گی اور اگر نیکیوں کے ضیاع پر ہے تو پھر یہی مفہوم بنے گا کہ تمہاری نیکیاں ضائع ہو جائیں گی جبکہ تمہیں اُس کی خبر بھی نہیں ہوگی تم اپنے آپ کو نیک سمجھتے رہو گے اور نیکوں کی فہرست سے کاٹ دیئے جاؤ گے۔

اس ضمن میں اس سے آگے تیسری ایت کریمہ ہے واقعہ یہ ہے کہ ایک صحابی باہر شہر سے رہتا تھا چرواہا تھا ریوڑ رکھے ہوئے تھے جانور رکھے ہوئے تھے تو وہ بے چارا اپنا ریوڑ وغیرہ چھوڑ کر کوئی مسئلہ اُسے پیش آگیا وہ پوچھنے کے لئے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا جب وہ پہنچا تو حضور ﷺ حجرہ اقدس کے اندر تشریف لے جا چکے تھے اب اسے مصیبت تھی کہ میرا ریوڑ جو ہے میں ویسے ہی اکیلے چھوڑ آیا ہوں اُسے کوئی بھیڑیا پھاڑ کھائے گا یا کوئی جانور ضائع ہو جائیں گے یا گم ہو جائیں گے جلدی جانا ہے تو اُس نے بڑی آہ وزاری کی اور حجرہ کے باہر عاجزی سے کہا یا رسول اللہ ﷺ ذرا آپ ﷺ میری بات سن لیں مجھے بہت جلدی واپس جانا ہے اب اس پر اللہ کا حکم آگیا حالانکہ وہ مخلص تھا، مومن تھا،

دین سیکھنا چاہتا تھا۔ فرمایا ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون یہ جو لوگ حجرہ مبارک کے باہر سے آپ ﷺ کو آوازیں دیتے ہیں ان میں اکثریت بے وقوفوں کی ہے یہ تہذیب سے آشنا ہی نہیں ہیں، آداب مجلس سے آشنا نہیں ہیں، اور بارگاہ نبوی ﷺ کے ادب سے آگاہ نہیں ہیں،

عبادت کا یقینی نتیجہ ہے کہ کردار کی، اعمال کی اصلاح ہو ہماری کیوں نہیں ہوتی اس لئے کہ کسی گستاخی، کسی بے ادبی، کے سبب ہمارا وہ اندر کا رشتہ کٹ جاتا ہے

آگے ادب سکھایا۔ ولو انھم صبروا حتّٰی تخرج الیھم لکان خیرا لھم واللہ غفور رحیم ٥ اور یہ اُس کا خلوص ہے کہ اُس کی نادانی تو معاف فرما دی لیکن طریقہ یہ ہے کہ آپ ﷺ سے کام ہے تو باہر آ کر در اقدس پہ بیٹھ جائے اور تب تک بیٹھا رہے۔ حتّٰی تخرج الیھم یہاں تک کہ آپ ﷺ باہر جلوہ افروز ہوں اور اُس کی طرف متوجہ ہوں تب بات کرے اگر آپ ﷺ باہر تشریف بھی لائیں لیکن کسی اور کی طرف متوجہ ہوں اُس کی طرف متوجہ نہ ہوں تو وہ بات کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ یعنی اگر حضور ﷺ باہر تشریف لے آئیں اور سامنے کوئی

آدمی کھڑا ہے یا حضور ﷺ کسی اور کام کو چل پڑے ہیں تو اُسے بات کرنے کی اجازت نہیں۔ حتّٰی تخرج الیھم۔ جب باہر تشریف لائیں اور اُس کی طرف متوجہ ہو تب وہ اپنی بات کرنے کا مجاز ہے تب وہ بات کر سکتا ہے۔ لکان خیرا لھم۔ یہ ان کے لئے نیکی ہے اور بھلائی ہے۔ واللہ غفور رحیم اس سے غلطی ہوئی اللہ بخشنے والا معاف کرنے والا ہے لیکن دوبارہ کرنے کی اجازت نہیں دے رہا۔ دوبارہ طریقہ بتا دیا کہ اس سے باہر مت جاؤ یعنی غفران ورحمت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم غلطیاں کرتے جاؤ میں بخشتا جاؤں گا۔ تو فرمایا کہ جو کر چکے ہو وہ تو میں معاف کر رہا ہوں لیکن آئندہ یہ انداز ہے۔

مولانا تھانویؒ نے ایک تفسیر لکھی ہے بیان القرآن اور اُس میں مسائل السلوک حاشیے میں دیئے ہیں۔ ہر ہر آیت کریمہ سے جو سلوک کا مسئلہ اخذ ہوتا ہے وہ انہوں نے نکال کر اُس میں درج کر دیا ہے۔ چونکہ سلوک ایک بہت نازک سا رشتہ ہے اور یہ عجیب سی بات ہے یہ چونکہ ساری وہ ہی کیفیت ہے جس طرح جس سے ہم ایک لفظ پڑھتے ہیں اُس کا بھی اپنا احترام ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قول ہے کہ کسی شخص نے تم سے ایک حرف سیکھا وہ تمہارا استاد ہے۔ اور اس کا ادب ایسا ہی رہے گا۔ ایک شخص نے آپ کو پہلی دوسری

جماعت پڑھائی پھر آپ پی ایچ ڈی کر گئے پھر آپ بہت بڑے افسر بن گئے لیکن وہ پہلی پڑھانے والے اُستاد کا احترام اتنا ہی ہے جتنا اُس کا ہے جس نے آپ کو پی ۔ ایچ ۔ ڈی کرائی اُس کا احسان اپنی جگہ ہے۔ لیکن اگر بندہ گستاخی بھی کرے اور اُس کی پرواہ نہ کرے تو علم ظاہر ذہن سے ذہن میں منتقل ہو جاتا ہے اور نقش ہو جاتا ہے وہ مٹتا نہیں۔ باتیں یاد رہ جاتی ہیں۔ ایک زبان آپ نے سیکھ لی زبان یاد رہ جاتی ہے اُستاد کی پرواہ نہ بھی کرے تو گستاخ شمار ہوں گے گناہ ہوگا لیکن وہ مٹتا نہیں۔ یہ جو سلوک ہے یہ کیفیات قلبی ہیں اور ان کی مثال اس بجلی کے بلب کی طرح ہے کہ جب تک اس کی تار پاور ہاؤس سے یا جہاں سے بجلی آرہی ہے وہاں جڑی ہوئی ہے اُس میں زندگی ہے وہاں سے کٹ گئی یا خلا آ گیا تو یہ ختم ہو جاتا ہے تو جو روحانی تربیت ہے اُس کا نظام اس طرح سے ہے کہ جو برکات نبوی ﷺ دلوں کو سیراب کرتی ہیں وہ گستاخی سے کٹ جاتی ہیں بندہ نمازیں پڑھتا رہتا ہے، روزے رکھتا رہتا ہے، لیکن جب قبر میں آنکھ کھلے گی تو پتہ چلے گا کہ یہ تو میں صرف ایکسرسائز کرتا رہا اندر والی بات تو تھی ہی کوئی نہیں۔ اور یہ بنیادی وجہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں لیکن بُرائی کرتے ہیں ہم نماز پڑھتے ہیں لیکن جھوٹ بولتے ہیں حج کر کے آتے ہیں لیکن لین دین میں دھوکا کرتے ہیں۔ یہ ہمارا کردار کیوں نہیں سُدھرتا جب کہ عبادت کا یقینی نتیجہ ہے کردار کی اصلاح۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَر عبادت کا یقینی نتیجہ ہے کہ کردار کی، اعمال کی، اصلاح ہماری کیوں نہیں ہوتی۔ اس لئے کسی گستاخی، کسی بے ادبی کے سبب ہمارا وہ اندر کا رشتہ کٹ جاتا ہے وہ قلبی کیفیات جو آرہی ہوتی ہیں وہ برکات جو آرہی ہوتی ہیں آقائے نامدار ﷺ سے جب وہ سلسلہ منقطع ہوتا ہے تو پھر ظاہری ایکسرسائز رہ جاتی ہے ہاتھ منہ دھو لیا اٹھے بیٹھے سارے بدن کی ورزش ہو گئی وہ عبادت نہیں اُس میں جان نہیں ہوتی، اس لئے وہ اعمال پر اثر نہیں کرتی میں نے یہ بھی دیکھا کہ میں اپنے کھیتوں میں آرہا تھا اور مغرب کا وقت ہو گیا تو تین آدمیوں نے مجھ سے کوئی پولیس والوں کے لئے سفارش کرائی کہ میں فون کر دیتا ہوں تم تھانے جاؤ اور تھانے والوں نے شاید انہیں کہا کہ دو دن بعد تمہارا کام کریں گے کوئی بندہ انہوں نے پکڑا ہوا تھا دو دن بعد چھوڑیں گے یا اس طرح کا کچھ ہوگا تو اُن تینوں نے اب یہ مشورہ کر لیا کہ حضرت کو بتائیں گے کہ ہمیں تھانے والوں نے اندر گھسنے نہیں دیا حالانکہ وہ تھانے والوں نے انہیں بلایا، بٹھایا، چائے پلائی، اور اپنی مجبوری بتائی کہ یہ مجبوری ہے اور ہم اس طرح تمہاری مدد کر سکتے ہیں اس طرح نہیں لیکن انہوں نے سوچا کہ راستے میں حضرت سے کہیں گے کہ انہوں نے تو ہمیں اندر ہی نہیں گھسنے دیا وہ پھر انہیں خوب ناراض ہوں گے تب ہمارا کام ہوگا۔ میں واپس آرہا تھا وہ مجھے راستے میں مل گئے اُن میں ایک شخص نے اچھی بھلی داڑھی رکھی ہوئی ہے اعتکاف بھی بیٹھا تھا اور پولیس کا ہی ریٹائرڈ اے۔ ایس۔ آئی ہے سفید داڑھی ہے اور وہ سڑک میں نماز پڑھ رہا تھا میں ویسے بھی اُن کے پاس رُک گیا نہ رُکتا تو بھی مجھے رُکنا پڑتا کہ وہاں سے سڑک ہی اتنی تھی جہاں سے میں نے گزرنا تھا وہ درمیان میں چادر بچھا کر نماز پڑھ رہا تھا تو اُن دونوں سے میں نے پوچھا بھئی تمہارے کام کا کیا ہوا تو اس نے کہا کہ جی انہوں نے تو ہمیں اندر ہی نہیں گھسنے دیا ہم تو گئے تھے اتنے میں وہ نماز سے فارغ ہو کر آ گیا تو میں نے کہا بھئی کیا ہوا حاجی صاحب جی ہمیں تو انہوں نے اندر ہی نہیں گھسنے دیا مجھے بھی بڑا

> **روحانیت میں یہ ہے کہ جب گستاخی ہوتی ہے تو وہ رشتہ الفت ختم ہو جاتا ہے جب وہ از خود کٹ جاتا ہے اور انسانی کردار بگڑ جاتا ہے**

دکھ لگا کہ یہ زیادتی کی بات ہے ان کی بات سُن لیتے کام کرتے نہ کرتے تو صبح میری تھانے والوں سے بات ہوئی میں نے ٹیلی فون کر کے پوچھا یار وہ بندے بھیجے تھے انہوں نے کہا جی آئے تھے انہیں ہم نے بڑی عزت سے بٹھایا انہیں چائے بھی پلائی اور انہیں بتایا کہ یہ کام اس طرح نہیں ہوسکتا اس طرح ہوگا ہم نے اُن کی بڑی عزت کی انہیں چائے بھی پلائی ہے وہ گھنٹہ ڈیڑھ ہمارے ساتھ بیٹھے رہے ہیں۔ وہ جو اُن کا بندہ تھا اُس سے بھی اُن کی ملاقات کرائی ہے کہ اگر یہ بندہ یہ بات ہمیں بتادے کہ جرم کس کا ہے تو اسے ہم چھوڑ دیں گے کیونکہ یہ جانتا ہے یہ دوسرے کا جرم اپنے سر کیوں لے رہا ہے یہ بتاتا نہیں تو اس سے وہ کوشش کرتے رہے اُس نے کہا میں خود قید گزار لوں گا لیکن اُس کا نام نہیں بتاؤں گا اب بتائیں ہم کیا کریں۔

یعنی ایک بندے نے حج بھی کیا ہوا ہے' اعتکاف بھی بیٹھا' باوضو بھی ہے' مغرب کی نماز ادا کر رہا ہے ایک فضول سا جھوٹ کیوں بولتا ہے اور یہ تو ایک واقعہ ہے ہماری زندگی ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے ہمارا ماحول' معاشرہ' بھرا پڑا ہے اس طرح کیوں ہوتا ہے۔ اس لئے کہ کہیں کوئی گستاخی بارگاہ نبوی ﷺ میں ایسی ہوئی کہ وہ رشتہ الفت منقطع ہوگیا۔ اب وہ وضو کرتا پھرے' نمازیں پڑھتا پھرے' اُس میں وہ بات نہیں بنے گی جو ایک مسلمان میں ہونی چاہئے۔ یعنی ایک بے کار جھوٹ' ایک فضول جھوٹ' صحیح صورتحال بتا کر بھی وہ کہہ سکتے تھے کہ آپ جی انہیں پرزور طریقے سے کہیں پھر اصرار کریں وہ اپنی منواتے ہیں ہماری مانیں۔ یہ تو ایک الگ بات ہے۔ اچھا دو جو تھے وہ تو بے نماز تھے چلو ٹرکوں کے ڈرائیور ہیں بے نماز ہیں یہ جو ایک بندہ حج بھی کیا ہوا ہے' سفید داڑھی ہے' مغرب کی نماز پڑھ رہا ہے۔ تو مجھے جب

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی روح کا تعلق دنیوی زندگی سے منقطع کر دیا جاتا ہے رہتی وجود اطہر علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہی ہے اور اُس طرح زندہ ہوتے ہیں

تھانے والوں نے بتایا تو میں چکرا گیا میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ یہ اس نے کیوں ایسا کیا کوئی وہ مر نہیں رہا کوئی ایسی مصیبت نہیں آرہی مر بھی جائے تو کیوں جھوٹ بولے۔ تو جب وہ اندر کی بات کٹ جائے کیونکہ روحانیت میں یہ ہے کہ جب گستاخی ہوتی ہے تو وہ رشتہ الفت ختم ہوجاتا ہے جب وہ از خود کٹ جاتا ہے تو انسانی کردار بگڑ جاتا ہے اس کی زبان بگڑ جاتی ہے بات کرنے کا انداز بگڑ جاتا ہے جھوٹ بولتا ہے بے دھڑک بولتا ہے دوسروں کا مال کھاتا ہے اور بے دھڑک کھاتا ہے اس طرح آپ دیکھ لیں ہمارے کتنے لوگ جو نمازی بھی ہیں' حاجی بھی ہیں' کاروبار میں بددیانتی کریں گے لین دین میں بددیانتی کریں گے معمولی معمولی باتوں میں جھوٹ بولیں گے قسمیں اٹھائیں گے۔ قرآن سر پہ رکھ لیں گے اگلے دن بھی ایک واقعہ تھا اور بڑا معمولی سا واقعہ تھا ہمارے پولیس سٹیشن میں ایک لڑکا بڑا نوجوان ہے اتنی بڑی اُس نے داڑھی رکھی ہے اپنا ٹریکٹر رکھا ہوا ہے سارا دن مزدوری کرتا ہے میں تو بڑا اچھا سمجھتا تھا تبلیغی جماعت کا بھی ہے تو وہ جس پہ ایک الزام تھا اس نے کہا جی یہ بندہ اگر ان کی صفائی دے کہہ دے کہ یہ سچے ہیں تو مجھے چالان کر دو تو اُس نے کہا جی میں تو وضو کر کے قرآن اٹھا کے کہہ دیتا ہوں کہ میں موقع پر موجود تھا حالانکہ حقیقت ہے کہ وہ موقع پر موجود نہیں تھا۔ تو میں حیران ہو گیا کہ یار یہ کیا لوگ ہیں اس نے کیوں داڑھی رکھی ہے کیوں خواہ مخواہ چلے لگاتا ہے۔ کیوں نمازیں پڑھے جارہا ہے کیوں اٹھک بیٹھک کر رہا ہے باقاعدہ وضو کر کے اُس نے قرآن حکیم سر پہ رکھ کے اُس نے کہا جی میں موجود تھا اور وہ موجود نہیں تھا ایسا کیوں ہوتا ہے یعنی بات کسی فرد کی نہیں بات سوچنے کی ہے کہ ایسا ہوتا کیوں ہے؟ اس

لئے کہ نہ وہ نمازیں رہتی ہیں' نہ وہ داڑھی داڑھی رہتی ہے نہ وہ بندہ بندہ رہتا ہے جب وہ اندر کی بات کہیں گستاخی ہوئی بارگاہ نبوی ﷺ میں وہ بات کٹ گئی۔

ایک رواج ہو گیا ہے محفل نعت کا پہلے صرف اذان کے ساتھ ہوتا تھا یا رسول اللہ ﷺ اب محفل نعت میں بھی اور اُس میں کیا کچھ اُچھل کود ہوتی ہے بھلا کوئی یہ پوچھے کہ حضور ﷺ دنیوی زندگی میں موجود ہیں حجرہ مبارک کے اندر جلوہ افروز ہیں باہر سے ایک صحابی دین سیکھنے کے لئے آواز دیتا ہے تو اللہ فرماتا ہے آج تو چھوڑ دیا پھر نہیں چھوڑوں گا۔ اب یہاں سے بیٹھ کر جو شور کرتا ہے اور پھر مختلف سریں لگا لگا کر اور لاؤڈ سپیکر پہ شور کرتا ہے اُسے کیا ملے گا یہ بات اُن لوگوں کی عملی زندگی سے سمجھ آئے گی کردار سے سمجھ آئے گی کہ بے چارے جھوٹ بھی بولیں گے حرام بھی کھائیں گے ہر بُرائی پائی جائے گی اس لئے کہ یہی ایک گستاخی زندگی بھر کی نیکیوں کو ختم کرنے کے لئے کافی ہے ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ اللہ جس بات کی چاہے خبر کر دے حیات النبی ﷺ کے ہم قائل ہیں انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موت عام آدمی کی طرح نہیں ہوتی انبیاء علیہم السلام کا پیرو کار شہید اگر زندہ ہوتا ہے اُسے مردہ نہیں کہا جاتا تو نبی کو مردہ کیسے کہا جائے گا۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی روح کا تعلق دنیوی زندگی سے منقطع کر دیا جاتا ہے رہتی وجود اطہر علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہی ہے اور اُس طرح زندہ ہوتے ہیں روح کا تعلق دنیا سے توڑ کر برزخ سے جوڑ دیا جاتا ہے نہ اُسے دنیا کی غذا کی ضرورت ہوتی ہے نہ دنیا کی نیند آرام کی' نہ دنیا کی گرمی' سردی کی' بلکہ وہ تعلق اُس کا برزخ سے جڑ جاتا ہے اور مولانا تھانویؒ نے

کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جاتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف نہیں لے جاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے جونہی قدم اقدس زمین سے اٹھے تو کائنات کا نظام رک گیا اور واپس زمین پر قدم مبارک رکھے تو نظام چل پڑا۔

لکھا ہے جیسے بلب پر آپ فانوس رکھ دیتے ہیں نبی کی موت ایسے ہوتی ہے۔ حیات النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہم بھی قائل ہیں اور اس بات کے بھی ہم قائل ہیں کہ کہیں کوئی یا رسول اللہ ﷺ کہتا ہے تو اس عقیدے سے کہے کہ میری یہ ادا اللہ پہنچا دے تو اللہ قادر پہنچا دے کیا گناہ ہے۔ لیکن ہمارے جو بھائی یہ سمجھتے ہیں کہ جہاں محفل نعت کرتے ہیں حضور ﷺ وہاں تشریف لے آتے ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ کائنات حضور ﷺ کے قدموں میں جاتی ہے حضور ﷺ کہیں تشریف نہیں لے جاتے کیونکہ حضور ﷺ مرکز ہیں کائنات کے اب مرکز جدھر ملے گا سارا دائرہ ملے گا۔ مرکز کبھی کسی دائرے کے کسی حصے سے جا کر نہیں ملتا بلکہ ہر چیز اُس سے ملحق ہوتی ہے اُس سے ملی ہوئی ہوتی ہے۔ حضور ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو قدم اقدس زمین سے اٹھے تو کائنات کا نظام رک گیا اور واپس زمین پر قدم مبارک رکھے تو نظام چل پڑا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ دنیا میں جتنے میں تیئس برس بیتتے ہیں اتنا عرصہ اُس سفر میں بیت گیا لیکن واپس آئے تو جو دروازہ کھولا تھا اُس کی کنڈی نے ہلنا شروع کر دیا۔ حضور ﷺ نکل گئے تو وہ رُک گئی ساری کائنات رُک گئی نہ دن طلوع ہوا' نہ رات گزری' نہ موسم بدلا' نہ کوئی لمحہ تبدیل ہوا' بستر گرم تھا' وضو فرمایا تو جب آپ ﷺ نے قدم مبارک اٹھا لئے پانی وہیں رُک گیا دوبارہ قدم مبارک رکھے تو پانی جاری تھا۔ کائنات کا پورا نظام رُک گیا اگر حضور ﷺ اپنے مرکز سے کہیں بھی تشریف لے جائیں گے تو یہ ہر چیز تو رُک جائے گی۔ بعض لوگ خوش نصیب ہوتے ہیں انہیں خواب میں زیارت نصیب ہوتی ہے اُس کا مقصد یہ نہیں کہ حضور ﷺ اُس کے گھر آ گئے اُس کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ ہم باہر نکلیں سورج کو دیکھ لیں گے ہر بندہ کہتا ہے میرے صحن میں سورج ہے دوسرا کہتا ہے میرے گھر میں ہے لیکن سورج کیا

وہاں گھر میں ہوتا ہے سورج اپنی جگہ پر ہے آپ کو اپنی جگہ نظر آ رہا ہے اس طرح عکس جمال ہوتا ہے مرنے والے سے سوال ہوتا ہے ماکنت تقول فی حق ھذا الرجل ﷺ۔ اس ہستی کے بارے زندگی میں تو کیا کرتا تھا حضرتؒ اس کی تعبیر فرمایا کرتے تھے کہ قبر سے لے کر روضہ اطہر ﷺ تک زمین جو ہے وہ صاف کر دی جاتی ہے اُسے نظر آنے لگتا ہے یہ نہیں کہ ہر مرنے والے کی قبر میں حضور ﷺ تشریف لے آتے ہیں مرنے والا تو بے دین بھی ہوتا ہے' کافر بھی ہوسکتا ہے' چونکہ سارے امتی ہیں قبر میں جو بھی جائے گا برزخ میں جو بھی جائے گا سوال تو اُس سے بھی ہوگا منکرین کے سوال تو سب سے ہوں گے تو جس قبر میں حضور ﷺ بنفس نفیس تشریف لے آئے پھر وہاں باقی حساب کتاب کیا بچے گا اس طرح تو پھر ساری دنیا خواہ وہ کفر کرے' شرک کرے' اس پر سوال تو ہوگا سارے بخشے گئے یہ ممکن نہیں ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے ہوتا یہ ہے کہ زمین شیشے کی طرح شفاف ہو جاتی ہے لیکن نظر پھر بھی اُس کو آتا ہے جس کے دل کا تعلق حضور ﷺ سے ہوتا ہے دوسرا کہتا ہے ھیھات ھیھات لا ادری بھئی مجھے تو کچھ دکھائی نہیں دے رہا تم کیا پوچھ رہے ہو کس کے بارے پوچھ رہے ہو کون ہے کہاں ہے ھیھات ھیھات لا ادری

میں نہیں جانتا کیا کہہ رہے ہو تم چونکہ اس حال میں حضور ﷺ کا نظر آ جانا ہی نجات کے لئے کافی ہے اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے دل کا تعلق بارگاہ رسالت سے ہے۔ تو اب یہ فیصلہ ہمیں خود کرنا ہے اُن احباب کو خود کرنا ہے جو یہ جسارت کرتے ہیں مجھ سے ایک دن کسی نے یہ مسئلہ پوچھا تھا کہ جی ہمارا تو عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں خود

> **قبر سے لیکر روضہ اطہر ﷺ تک زمین جو ہے وہ صاف کر دی جاتی ہے اُسے نظر آنے لگتا ہے یہ نہیں کہ ہر مرنے والے کی قبر میں حضور ﷺ تشریف لے آتے ہیں۔**

سنتے ہیں اس لئے ہم صلوٰۃ والسلام پڑھتے ہیں تو اُس میں آپ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا بہت اچھی بات ہے لیکن مجھ سے مسئلہ نہ پوچھو تمہارا ابا پ زندہ ہے جی زندہ ہے مسجد سے تمہارا گھر کتنا دور ہے جی دو تین مکان چھوڑ کر ہمارا گھر ہے میں نے کہا ایک دن سپیکر کھول کر پورے زور سے ابا جی کو پورے پانچ سات منٹ سلام کہنا مسجد سے مسئلہ تمہیں وہ بتا دیں گے سلام ہی کہنا ہے تو مسجد کا سپیکر آن کر کے اچھی طرح سُر لگا کے کہنا ابا جی

السلام علیکم! ابا جی السلام علیکم! میں نے کہا تمہارے گھر جانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی وہ مسئلہ بتانے مسجد میں آ جائیں گے تو اگر باپ کیلئے یہ نہیں کر سکتے تو اللہ کے رسول ﷺ کے لئے کیسے کرتے ہو۔ تمہارے اپنے حوصلے ہیں تمہاری ہمت ہے ورنہ وہاں تو۔

آپ ﷺ کا وقت سفر آیا حضرت عائشۃ الصدیقؓ کی گود میں حضور ﷺ آرام فرما رہے ہیں سر مبارک اس جگہ ٹیکا ہوا ہے مسواک منگوائی آپ ﷺ کے دہن مبارک میں مسواک پھیریں بے تاب و بے قرار حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھڑی ہیں دروازے سے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اجازت ہے وہ بڑی ناراض ہوئیں کہ کون ہے دیکھتا نہیں کہ آپ ﷺ کی طبیعت خراب ہے اور پھر تو باہر سے آواز دے رہا ہے آپ ﷺ نے فرمایا بیٹا یہ تیرے باپ سے پوچھ رہا ہے یہ پوچھ کر نہیں آتا۔ یہ ملک الموت ہے اور یہ اس دروازے پہ کھڑا ہے ورنہ یہ دروازے پہ کھڑا نہیں ہوتا۔

پھر اندازہ کر لیجئے کہ کیا مقام ادب ہے اور ہم اُس کی تکمیل کہاں تک کر رہے ہیں۔ کہیں تو باقاعدہ ڈھول تماشے اور باجے گاجے شامل ہیں اور اُسے عبادت اور ثواب سمجھا جا رہا ہے اور قوالی ہو رہی ہے کہیں اگر باجے نہیں تو ویسے شور اور اچھل کود مچا ہوا ہے

اور پورا رمضان اتنی ہڑبونگ مچی۔ ٹیلی ویژن پر کوئی تعلیم کا نظام نہیں ہے کوئی تفسی‘ حدیث‘ کی تعبیر نہیں ہے کوئی فقہی مسائل نہیں بتائے جا رہے جو سٹیشن دیکھو دھما چوکڑی مچی ہوئی ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ لوگوں نے داڑھیاں بھی رکھی ہوئی ہیں سفید ریش ہیں حج کئے ہوئے ہیں نمازیں بھی پڑھتے ہیں کیوں ایسا ہوتا ہے وہ اندر کی بات کٹ جاتی ہے

تو میں نے مسائل السلوک کا ذکر کیا چونکہ شیخ امین ہوتا ہے برکات نبوت ﷺ کا اور شیخ سے ہمیں برکات نبوت ﷺ پہنچتی ہیں اس لئے شیخ کے ساتھ بھی انہی آداب کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے میں نے آپ کو بتایا تھا کہ ہم حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ہمیں یہ جرات نہیں ہوتی تھی کہ کوئی دروازہ کھٹکھٹائے یا کوئی بتائے کہ میں آ گیا ہوں یہ اُس زمانے کے سارے ساتھی بیٹھے ہیں سب کو پتہ ہے ایک ادب ہوتا ہے کہ جاؤ مسجد میں بیٹھ جاؤ یا باہر جگہ پہ بیٹھ جاؤ جب باہر تشریف لائیں گے تو پتہ چل جائے گا حضرتؒ خود آئیں گے۔ بات کرنے کے لئے وقت کا انتظار کرتے تھے نہیں فرصت ملتی نہیں وقت ملتا تو نہ سہی نہیں کرتے تھے بات ایسی بھی کیا مجبوری ہے اور یہ چھوٹی چھوٹی بے تکلفیاں بڑا نقصان پہنچاتی ہیں۔ میرے اپنے ساتھ ایسا ہوتا ہے کہ میں نے بڑی دفعہ کہا المرشد میں چھپوایا کہ مجھے دستی خط نہ دیے جائیں ویسے جو ڈاک میں آتے ہیں اوسطاً وہ میرے تین گھنٹے روزانہ لے لیتے ہیں ہر خط میں خود پڑھتا ہوں ہر خط کا جواب دیتا ہوں پہلے تو ہر خط میں جملہ کام کا ایک ہوتا ہے تفسیر اُس کی دو صفحے ہوتی ہے کیا ضرورت ہے تفصیل کی آپ کام کی بات لکھیں۔ اگلے دن ایک خط آیا وہ مکمل آٹھ ورق تھے دو طرف سے لکھے ہوئے اور آخر میں لکھا ہوا تھا کہ لمبا خط پڑھنے کی تکلیف دینے کی معذرت چاہتا

ہم حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ہمیں یہ جرات نہیں ہوتی تھی کہ کونسا دروازہ کھٹکھٹائے یا کونسا بتائے کہ میں آگیا ہوں

ہوں میں نے جواب میں ایک خط لکھا کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی کہ میں نے اتنا لمبا پڑھا ہی نہیں میرے پاس فرصت ہی نہیں تھی۔ لہذا مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی مطلب کی بات ہے تو پھر لکھ کر بھیج دو۔ سلام دینے لگیں گے تو ایک پرچی لکھ کر ہاتھ میں دے جائیں گے بھائی یہ کیا تماشہ ہے۔ اپنے پاس تو آپ کے پاس اتنی فرصت نہیں کہ ایک خط لکھ کر لفافے میں ڈال سکیں مجھے ایسا فارغ سمجھا ہے کہ میں ہزار آدمی سے سلام لوں تو ہزار خط بھی ساتھ لے لوں۔ ابھی ایک ساتھی دفتر میں آیا وہ فلاں پروفیسر صاحب آئے تھے وہ یہ کہہ گئے بھائی تمہارا کیا کون پروفیسر آیا؟ کہاں کیا کہہ رہا ہے وہ خود آئے مجھ سے ملے بیٹھے وہ جانے میں جانوں۔ یہ مذاق نہیں ہوتا ایک آدمی خود آیا ہے ملا ہے اپنی بات کر کے چلا گیا آپ کو دہرانے کی کیا ضرورت ہے اُس پہ احسان کرنا چاہتے ہیں یا مجھ پہ۔

میرا اور آپ کا رشتہ یہ ہے کہ میں برکات نبوت ﷺ آپ تک پہنچاؤں اور آپ وہ حاصل کریں اب اُس کے آداب بارگاہِ نبوی ﷺ کے ہیں اور اللہ فرماتے ہیں وہ میرے ہیں اور مسائل السلوک میں اگر آپ کبھی فرصت ملے تو بیان القرآن کو دیکھیں اُس کے حاشیے میں مسائل السلوک دیکھیں تو جہاں جہاں ادب کے احکام کی بات آئی ہے اُس میں انہوں نے مسئلہ نکال کر سالکین کے لئے الگ لکھ دیا ہے کہ اس سے سالک کو بھی یہ اخذ کرنا ہے اور وہ بڑا خوبصورت انداز میں لکھا ہے حضرت نے مثلاً تلک الرسول فضلنا بعضھم علی بعض تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ نے کسی نبی کو کم نہیں کہا حالانکہ مفہوم وہی ہے لیکن انداز بیان یہ ہے کہ بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی۔ معنی وہی بنتا ہے لیکن یہ نہیں فرمایا کہ بعض بعض سے رتبے میں کم ہیں یہ گستاخی ہے لہذا کوئی شخص یہ کہے اگر کسی نبی کے

بارے کہ فلاں نبی فلاں نبی سے کم درجہ رکھتا ہے تو یہ گستاخی ہوگی اللہ نے یہ انداز نہیں فرمایا ہاں یہ کہے کہ ہمارے نبی ﷺ سب نبیوں پہ فضیلت رکھتے ہیں یہ درست ہے یہی انداز ہے اللہ کریم کا۔ تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض مسائل السلوک میں لکھتے ہیں کہ اہل اللہ کے بارے یہ کہنا کہ فلاں ولی فلاں سے کم درجہ رکھتا ہے گستاخی ہے لیکن یہ کہنا درست ہے کہ فلاں شیخ فلاں شیخ سے زیادہ پڑھا لکھا ہے زیادہ محنت کرتا ہے یا زیادہ بلند رتبے والا ہے تو یہ الگ بات ہے لیکن کسی کی کمی یا توہین کا انداز اختیار نہیں کیا جائے گا وہی جو انداز ہے وہاں وہی منطبق فرماتے ہیں۔

تو سلوک سیکھنے والوں کو ادب پہلے سیکھنا پڑتا ہے اور سیکھنا چاہئے اور اگر دل میں طلب کھری کرلے تو یہ ادب خود بخود آجاتا ہے اسے سیکھنا نہیں پڑتا وہ آسان کر دیتا ہے سکھا دیتا ہے سمجھ آجاتی ہے لہذا ان چیزوں کو روٹین میں مت لیا کرو مجھے اس لئے نہیں کہ میں کوئی بہت بڑا بن جاؤں گا اُس سے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ کسی کا نقصان نہ ہو۔ میں تو جو ہوں۔ میں بھی اللہ کی بارگاہ میں جوابدہ ہوں آپ کو اکیلے اکیلے جواب دینا ہے اور مجھے تب تک کھڑا رکھا جائے گا۔ جب تک آپ سارے بھگت نہیں جائیں گے۔ تو یہ طالبان کی کثرت جو ہے یا مریدین کی کثرت جو ہے یہ کوئی بڑی اچھی بات نہیں ہے ایک ذمہ داری ہے جو اُس وقت بھی۔ نبیوں سے لوگ کہیں گے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے لوگ کہیں گے کہ اس نے ہمیں بتایا تھا کہ میری پوجا کرو میری ماں کی پوجا کرو تو عیسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوں گے کہیں گے اللہ جو کچھ میں نے بتایا وہ تو نے مجھے بتایا وہ میں نے انہیں بتایا اگر اس کے علاوہ میں نے کوئی ان سے بات کی تو تو خود گواہ تھا میرا گواہ تو تو ہے۔ جب تک میں دنیا میں تھا جو میں نے کہا تو جانتا ہے جب میں دنیا سے چلا آیا تو یہ عقائد گھڑتے رہے اس کا میں تو ذمہ دار نہیں۔ اگر نبی کا یہ حال ہوگا ولی کس باغ کی مولی ہے۔ لوگ کوتاہیاں خود کریں گے اور وہاں کہہ دیں گے ہمیں شیخ نے یہی سکھایا تھا اور شیخ صاحب سے بھی پوچھا جائے گا کہ تم یہ بتاتے رہے۔

تو بڑائی صرف اللہ کے لئے ہے لیکن ہر چیز کے حصول کے طریقے ہوتے ہیں اور یہ بجلی ہم نے بلب میں لگا کر روشنی کر لی لیکن ہم جلدی کریں اور وہاں سے اس کا تار چھیل کر پکڑ کر وہاں سے بجلی لے لینا چاہیں تو وہ بجلی نہیں لے سکیں گے اپنی جان ضائع ہو جائے گی۔ اس طرح ہر بارگاہ کے اپنے آداب ہیں اور اُس پہ آداب شیخ پہ الحمدللہ ایک بہت اچھی بڑی مبسوط کتاب مرتب ہوئی ہے انشاء اللہ جلدی آپ احباب تک پہنچ جائے گی جس میں متقدمین کے حوالے سے بزرگان دین کے حوالے سے اور قرآن وسنت کے حوالے سے اور اُس کی تعبیر کے حوالے سے بہت سے قیمتی جواہرات یکجا کر دیے گئے ہیں اور بڑی محنت شاقہ اُس پہ کی گئی ہے سالوں کی محنت سے مرتب ہوئی ہے اور میرا خیال ہے جو بھی پڑھے گا اُس کے لئے بہت سی باتیں سمجھنا آسان ہو جائیں گی۔ اللہ کریم ہمیں شعور بھی عطا فرمائے طریق ادب بھی تعلیم فرمائے اور اپنے رشتہ الفت سے ہمیشہ جوڑے رکھے اپنی اور اپنے نبی ﷺ کی ناراضگی سے محفوظ فرمائے۔ آمین

تردید

میں حافظ عبدالرزاق نہ بستر سے اُٹھ سکتا ہوں نہ بات کر سکتا ہوں اس حال میں کرنل مطلوب نے نئی مجلسِ منتظمہ کی جو فہرست شائع کی ہے اس میں میرا نام پُرانی فہرست سے داخل کر دیا ہے۔

میرا اس نئی مجلسِ منتظمہ سے کوئی تعلق نہیں ہے

حافظ عبدالرزاق

ہوزری و شٹل لیس لومز کیلئے بہترین اور معیاری دھاگہ

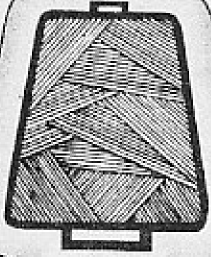

اسلم برانڈ یارن

ASLAM BRAND YARN

16/PC
22/PC
24/PC
26/PC
30/PC

اسلم ٹیکسٹائل ملز

667571
667572

ہیڈ آفس پل کویاں سمندری روڈ فیصل آباد

صحبتِ پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم

ایک زمانہ تھا کہ دنیا کے کسی کونے میں بیٹھا ہوا ظالم اور کفر مسلمانوں کی ہیبت سے لرزاں اور ترساں رہتا تھا اور اب زمانہ ایسا آیا ہے کہ کافر مسلمانوں کا شغل کے طور پر شکار کرتے ہیں۔ جس طرح کوئی شکاری جنگلی جانوروں کو مارتا ہے کیوں مار رہے ہو بس شکار کا شوق ہے اس طرح کافر مسلمانوں کو تلاش کر کر کے گھروں سے نکال نکال کر مار رہا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ جرات مسلم ربط محمد رسول اللہ ﷺ سے منحصر تھی رسومات رہ گئیں دلوں کے رابطے ٹوٹ گئے وہ ندر ہے نرا دعویٰ رہ گیا اندر اس میں حقیقت نہ رہی اور اس نے ہمیں رسوا کر دیا۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
خطاب جمعۃ المبارک 03-01-2003

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ اَوْ کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ. مَوْلَا یَا صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ ذَانَتْ بِهِ الْعُصُوْرُ o

رسول اللہ ﷺ کا ارشادگرامی ہے خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ تمام زمانے جو گزر چکے جو آئندہ آئیں گے سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے اس کے بعد سب سے اچھا زمانہ میرے بعد کا ہے یعنی تابعین کا عہد، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عہد عہد نبوی ہے ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ پھر انکے بعد تبع تابعین کا عہد زمانہ ان تین زمانوں کو خیر القرون کہا جاتا ہے یعنی بہترین زمانے اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ نبی علیہم الصلوٰۃ والسلام کا عہد زریں سب سے بہترین ہے اور اس کے بعد اگر چہ بار بار زمانے میں دیر تک بزرگ صحابہ بھی رہے سارا زمانہ تابعین کا ہے یعنی مثالی لوگ ہیں قرآن کے مثالی مسلمان ہیں اور صحابہ نبی علیہم الصلوٰۃ والسلام سے براہ راست انوارات و برکات پانے والے خوش نصیب ہیں لیکن تابعین کے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان صرف صحابہ کرام ایک کڑی ہیں اس کے باوجود تابعین کا زمانہ عہد نبوی کا مقابلہ نہیں کرسکتا تبع تابعین کے عہد میں بزرگ تابعین بھی ملتے ہیں اور تبع تابعین بھی وہ خوش نصیب لوگ ہیں کہ جن کے درمیان اور آقائے نامدار ﷺ کے درمیان صرف دو کڑیاں ہیں تابعین اور صحابہ کرامؓ لیکن آپؐ فرماتے ہیں یہ زمانہ تابعین کے زمانے کا مقابلہ نہیں کرسکتا اس بات سے ہی ایک اصول ضرور وضع ہو جاتا ہے کہ جوں جوں زمانے حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دور ہوتے جائیں گے ان کی برکات میں کمی آتی جائے گی اگر پہلے تین زمانوں کو آپ تین صدیاں بھی کرلیں تو اب پندرہویں صدی ہے یعنی زمانہ حصول برکات سے بارہ سو سال اور دور ہو گیا یہ جو عہد زریں ہے جنہیں قرون ثلاثہ بھی کہتے ہیں خیر القرون بھی کہتے ہیں یہ عجیب زمانے تھے صحابہ کرامؓ کو حصول برکات کے لئے مجاہدہ نہیں کرنا پڑتا تھا ایک نظر کی بات تھی بنور ایمان جسے ایک نظر نصیب ہوگئی یا اگر کسی وجہ سے وہ نہیں دیکھ سکا تو حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر مبارک اس پر پڑ گئی تو سارا کام مکمل ہو گیا وہ صحابی ہو گیا اب کوئی لاکھوں عبادتیں کرے مجاہدے کرے شہادتیں پائے مراقبات کرے منازل پائے صحابی نہیں بن سکتا وہ ہی بنے گا جسے وہ نظر لطف وکرم نصیب ہو گئی لیکن یہ عطا صحابہ کرامؓ نے بھی اتنا حاصل کیا کہ حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس عطا کو انہوں نے اس طرح بانٹا اب عہد نبوی میں کوئی شرط نہیں ہے کہ پڑھا لکھا ہے تو صحابی ہوگا زیادہ عبادت کرنے والا ہے تو صحابی ہوگا یا مرد صحابی ہوگا یا امیر صحابی ہوگا یا بزرگ صحابی ہوگا بچہ نہیں ہوگا یا عورت نہیں ہوگی جسے ایک نگاہ مل گئی وہ امیر تھا وہ فقیر تھا وہ پڑھا لکھا تھا وہ ان پڑھ تھا وہ مرد تھا یا خاتون تھی بات اس نگاہ کی تھی جسے مل گئی وہ صحابی ہو گیا عورتیں بھی مرتبہ صحابیت پر سرفراز ہوئیں مرد بھی مقام صحابیت سے بہرہ ور ہوئے یعنی درد دل لٹایا جا رہا تھا بانٹا نہیں لٹایا جا رہا تھا اور ان کی زندگیوں میں جو تبدیلی آئی وہ صحابی بننے کی وجہ

سے آئی صحبت پیا مصطفیٰ ﷺ سے آئی ایسا کوئی نہیں ملتا کہ پہلے اس کی زندگی بدل گئی اور پھر اس نے محنت کی تسبیحات پڑھیں مجاہدہ کیا اور وہ صحابی ہو گیا نہیں جب صحابی بنا ساری زندگی بدل گئی بندے بدل گئے۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

یعنی ایک نگاہ کی بات تھی جو خود مردہ زندگی گزار رہے تھے وہ دوسروں کو زندگی دینے والے اور مسیحا بن گئے اور جو خود راہ پر نہیں تھے ایک عالم کی ہدایت کے سبب اور ہادی بن گئے

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا بنا دیا

یہ فیض عام صحابہ سے تابعین کو بھی اسی ایک نظر کے صدقے میں ملا صحابہ نے بھی اور ہر صحابی نے اتنی برکات وصول کیں جو اس کے پاس گھڑی بھر بیٹھ گیا وہ تابعی بن گیا تابعیت سے مراد بھی یہی ہے کہ ان کی زندگیاں بھی بدل گئیں مغرب کے مورخین اور مستشرقین اس بات پر حیرت زدہ رہ جاتے ہیں کہ ایک ایسی قوم جس کا ہر فرد متفرق اور الگ الگ تھا ایک ایسی قوم جس کا پیشہ قتل وغارت' ڈاکہ زنی اور شور شراب تھا ایک ایسی قوم جس کا کوئی ضابطہ اصول قانون نہیں تھا آخر محمد رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ کیا کر دیا کہ یہ یک جان ہو گئے شیر وشکر ہو گئے اور روئے زمین پر نیکی کے داعی بن گئے اور ظلم کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے محمد رسول اللہ ﷺ نے یہی کیا تھا کہ انہیں صحابی بنا دیا ویز کیھم ان کا تزکیہ کر دیا۔ وجود وہی تھے لیکن اندر آدمی بدل گیا لوٹ کرانے والے کما کر لاتے اور لٹا کر خوش ہوتے یہ برکات پوری طرح سے دوسرے زمانے میں بھی منتقل ہوئیں اسی لئے حضور ﷺ نے اسے بھی بہترین زمانہ کہا اپنے زمانے کے بعد سارے زمانوں سے بہتر قرار دیا ہے کہ جو شخص چند لمحے کسی بھی صحابی کی صحبت میں بیٹھا تابعی ہو گیا تابعی سے مراد بھی یہی تھی کہ وہ درد اس کے دل میں آیا وہ برکات اس کے دل میں آئیں وہ انوارات اس کے دل میں آئے

تبع تابعین کے بعد سلاسل تصوف بنے کہ گنتی کے لوگ رہ گئے جو درد دل کے طالب ہوئے جو کسی کی صحبت میں جا کر رہے

جنہوں نے اس کی زندگی یکسر بدل دی تابعین نے بھی اس فیض عام کو اسی طرح تقسیم کیا اور جسے چند لمحے صحبت تابعین نصیب ہوئی وہ تبع تابعی ہو گیا یعنی وہ بھی درد دل سوز دروں انوار و کیفیات سے مالا مال ہو گیا اس کے وجود کا ہر ذرہ بھی اللہ اللہ کرنے لگ گیا ہر باڈی سیل ذاکر ہو گیا گوشت پوست خون اور ہڈیاں اللہ اللہ کرنے لگ گئیں اور اس کی زندگی بدل گئی وہ بھی عالم کے لئے ایک شمع بن گیا آسمان ہدایت کا ستارہ بن گیا اسی لئے اکثر و بیشتر یا تمام تر سوائے نسبت اویسیہ کے تمام تر سلسلے تصوف کے یا نسبتیں جو ہیں وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتی ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ ابوبکر صدیقؓ کا زمانہ وہ تھا کہ جب سارے صحابی تھے ہر ایک کا سینہ پرنور تھا فاروق اعظمؓ کا عہد وہ عہد زریں تھا کہ جب ہر ایک کا سینہ پرنور تھا حضرت عثمانؓ کا عہد زریں وہ تھا جب ہر ایک کا سینہ پرنور تھا لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد والے لوگوں میں ہر آدمی صاحب درد نہیں تھا تبع تابعین کے بعد جو لوگ آئے ان میں سے خال خال لوگوں نے وہ درد دل حاصل کیا اس لئے کہ پھر وہ جو تقسیم عام تھی جو لوٹ مچی ہوئی تھی وہ نہ رہی پھر جو طالب بنے اور جنہوں نے مجاہدہ کیا پھر انہوں نے پایا اس لئے ہر بندے کو نہ مل سکا گنتی کے لوگوں کو ملا پھر گنتی کے لوگوں نے آگے تقسیم کیا تو تبع تابعین کے بعد خال خال لوگ ایسے رہے جنہوں نے یہ درد دل کی دولت پائی اور بڑے کم لوگ ایسے ہوئے جنہوں نے ان سے آگے وصول کیں اور یوں سلاسل تصوف بن گئے اس سے پہلے ہر بندہ صوفی تھا' ہر بندہ ذاکر تھا' ہر بندے کا سینہ پرنور تھا' سلسلے کی کیا ضرورت تھی؟ تبع تابعین کے بعد سلاسل تصوف بنے کہ تھوڑے اور گنتی کے لوگ رہ گئے جو درد دل کے طالب ہوئے جو کسی کی صحبت میں جا کر رہے اور پھر صرف ملنے ملانے پر بات نہ بنی پھر اس کے لئے مجاہدہ کرنا پڑا محنت کرنا پڑی اپنے دل کو روشن کرنا پڑا دل سے کثافتیں اور دل کا میل کچیل کھرچنا پڑا اور محنت سے لوگوں نے حاصل کیا اور یوں یہ درد دل کی حکایت ہے جو آگے بڑھتی رہی لیکن عجیب بات ہے عجیب عجیب واقعات ملتے ہیں کہ لوگ کیسے بدلے۔ حضرت حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ بہت معروف ولی اللہ اور خواجہ حسن بصری کے بعد تقریباً تمام سلاسل میں آتے ہیں اور ان سے

لوگ برکات لیتے ہیں ان کی سوانح دیکھی جائے تو اپنے زمانے میں وہ سود خور تھے اور بڑے زبردست اور بڑے سخت گیر قسم کے تھے اس معاملے میں معمولی رقم بھی کوئی ضرورتمند ان سے لے لیتا تو پھر زندگی بھر چھٹکارا نہیں پاتا تھا سود جمع سود لیتے رہتے تھے اس پر مزید چڑھاتے رہتے تھے اتنے سخت گیر تھے کہ ان کی اہلیہ انہیں روکا کرتی تھیں یہ ظلم جو تم کر رہے ہو یہ کسی دن ہمیں تباہ کردے گا ایک تو سود حرام ہے حرام لے رہے ہو پھر اس حرام کے وصول کرنے میں جو ظلم اور تشدد تم کرتے ہو یہ اس پر مزید زیادتی ہے اور یہ ہمیں تباہ کردے گا۔ تو ایک دن کسی گھر گئے وہ بندہ فوت ہو چکا تھا چھوٹے چھوٹے بچے تھے بیوہ عورت تھی وہ ایک دو روز کے بھوکے تھے کسی قصاب نے انہیں بکرے کی گردن یا گردن کا کچھ گوشت فی سبیل اللہ دے دیا اس بی بی کو۔ کہ ابال کر بچوں کو پکا کر کھلاؤ اوپر سے یہ پہنچ گئے بھائی وہ میرا سود نہیں دیا اس نے کہا گھر میں کچھ نہیں ہے اللہ دے گا تو ضرور دیں گے یہ کیا ڈھانپ کر رکھا ہے؟ بچے بھوکے تھے دو دن کے تو قصاب نے یہ گردن کا گوشت دے دیا فی سبیل اللہ۔ تو اس میں انہوں۔ نے ان سے لے لیا چھین لیا کہ بکواس کرتے ہو گوشت پکا کر کھاتے ہو میرا پیسہ نہیں دیتے ہو اٹھا لیا بچے بھی روتے پیٹتے رہ گئے وہ گھر لے گئے اہلیہ سے کہا یہ گوشت پکاؤ اس نے کہا پھر کہیں سے چھین لائے ہو گے نہیں اس نے کہا تمہیں اس سے کیا غرض ہے میں کہاں سے لایا تمہارا مسئلہ نہیں ہے پکاؤ اس نے گوشت ہانڈی میں ڈالا مصالے ڈالے اسے جب ابالا آیا جب دیکھا تو ساری پیپ بن چکی تھی اس نے اٹھا کر ان کے سامنے رکھ دیا اس نے کہا میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ اللہ کی طرف سے آخری تنبیہ ہے ابھی تو ہانڈی بگڑی ہے اور گوشت کی پیپ بن گئی ہے اس کے بعد ہماری باری ہے یہ بھی اللہ کا کرم ہے کہ وہ ہمیں تنبیہ کر رہا ہے ایسا درد اٹھا دل میں کہ خواجہ حسن بصریؒ کی خدمت میں جا پہنچے اللہ اللہ شروع کی اور یوں کھو گئے اللہ کی ذات میں اللہ کی محبت میں۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ علیہ کو کہیں جانا تھا اور باہر دریا کے پار شہر آپ نے پیغام بھجوایا

ابھی تو ھانڈی بگڑی ھے اور گوشت کی پیپ بن گئی ھے اس کے بعد ھماری باری ھے۔ یہ بھی اللہ کا کرم ھے کہ وہ ھمیں تنبیھہ کر رھا ھے

کہ کوئی کشتی وغیرہ یا کسی چیز کا اہتمام کیا جائے کہ دریا کے پار جانا ہے اہتمام کیا گیا آپ کے شاگرد تھے حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تو وہ پہلے اس طرف جا رہے تھے اور اپنے حال میں اللہ اللہ کرتے جا رہے تھے جو تسبیحات بھی تھیں وہ جیسے خشکی پر آ رہے تھے اپنے خیال میں چلے گئے دریا کے اس طرف اتر گئے ان کی تو جوتی بھی گیلی نہیں ہوئی جیسے زمین پر ہی چل رہے ہوں لوگوں نے کہا حضرت آپ تو شیخ ہیں وہ آپ کے مرید ہیں انہیں تو کشتی کی ضرورت نہیں ان کو تو پانی نے ہی تھام رکھا ہے فرمایا اسے وصال الٰہی میں ہوش نہیں رہا اس مدہوشی میں جا رہا ہے اور میرے ہواس سالم ہیں اور بے ہوش ہونا کمال نہیں ہوشمند رہنا کمال ہے کوئی نبی مجذوب نہیں ہوا بے ہوش نہیں ہوا۔ اس نے اتنی پی لی ہے کہ ہواس کھو بیٹھا ہے۔ لیکن اللہ کا مجھ پر احسان ہے کہ میں نے اس سے زیادہ پی رکھی ہے لیکن میں ہوش میں ہوں میرے لئے کشتی کا انتظام کرو۔ اسے جانے دو۔

یعنی یہ ایک ایسی دوا تھی انوار و برکات نبوی کہ جب پہنچی جہاں پہنچی حقیقی انقلاب آ گیا۔ ایک اور ولی اللہ جو صاحب سلسلہ ہیں مجھے ان کا نام نامی یاد نہیں آ رہا فرماتے ہیں وہ ڈاکو تھے اور قافلے ان کے نام سے کانپتے تھے ایک قافلے کی گھات لگا کر بیٹھے تھے لوٹنے کے لئے اور اونٹ پر کوئی بزرگ بیٹھا تھا تو وہ تلاوت کرتا جا رہا تھا اور جب ان کے قریب پہنچا تو انہیں آواز سنائی دی تو اس نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ کیا ایمان والوں پر وہ گھڑی نہیں آئی کہ ان کے دلوں میں خشیت الٰہی پیدا ہو اور وہ اللہ کی یاد میں اللہ کے ذکر میں لگ جائیں تو انہوں نے سب کچھ وہیں چھوڑ دیا اور اللہ اللہ کی تلاش میں کھڑے ہو گئے پھر صاحب سلسلہ بزرگ ہوئے یعنی یہ نسخہ ایسا مجرب ہے ایسی دوا کامل ہے کہ عرب کے خانہ بدوشوں کو ایک جو راہنما ملا تو کائنات کے ہادی بن گئے' مسیحا بن گئے مردوں کو زندہ کرنے لگ گئے' صحابہ تابعین تبع تابعین کا یہی عالم رہا پھر اس کے بعد ہر عہد میں ایسے لوگ ہوئے کہ ایک ایک بندے نے زمانے میں انقلاب پیدا کر دیا چودہ صدیاں

اس طرح بیت گئیں کہ تبع تابعین کے بعد یہ نہ ہو سکا کہ ہر آنے والا جو ہے وہ قلبی دولت لے کر جائے یہ تبع تابعین پر ختم ہو گیا۔

تاریخی اعتبار سے یہ تجزیہ ہے ثابت ہے کہ اس کے بعد کوئی تاریخ نہیں بتاتی کہ کسی شیخ کے پاس آنے والے ہر بندے کا دل روشن ہو ہاں اگر پانچ لاکھ بندے آئے انہوں نے توبہ کی صحیح ہے انہیں دین کا علم نصیب ہوا درست ہے انہیں تسبیحات اور زبانی اذکار بتائیں درست ہے وہ نماز کے پابند ہو گئے نیک ہو گئے' درست ہے' لیکن پانچ لاکھ میں سے بمشکل پانچ ایسے ملیں گے کہ جنہیں درد دل دیا جن کے لطائف روشن ہوئے جنہیں مراقبات نصیب ہوئے پھر یہ اتنی اس میں مہنگائی آ گئی اتنے کم لوگوں کو نصیب ہوئی کہ آپ چودہ صدیوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے ان چودہ صدیوں میں' صوفیوں کا اتفاق ہے کہ منازل و مراقبات کے اعتبار سے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کا مقام تبع تابعین کے بعد تمام صوفیوں میں بلند ہے اور مراقبات بہت اعلیٰ ہیں درست۔ لیکن کتنے صاحب مجاز ہیں انکے اور کتنے صاحب حال ہیں جو ان کی بارگاہ سے نکلے بات وہیں گنتی پہ آ جائے گی دو چار پانچ پر آ جائے گی فیضیاب ان سے ایک مخلوق ہوئی تائب بے شمار لوگ ہوئے' اصلاح بے شمار لوگوں کی ہوئی دین بے شمار لوگوں نے سیکھا تسبیحات اور وظیفے بے شمار لوگوں نے پڑھے علم بے شمار لوگوں نے سیکھا لیکن یہ دولت اس کے لئے وہاں بھی دو چار بڑے منتخب بڑے چنے ہوئے لوگ وہاں ہیں ایک شخص کا قصہ ہے روٹیاں بیچا کرتا تھا اور جو بچ جاتی تھیں دو چار دس شام کو اگر بچ گئیں دوسرے دن ان کی قیمت دگنی لیا کرتا تھا کہ تازہ روٹی اٹھ آنے کی' کل والی ایک روپے کی نہ بکے گی تو کھا لیں گے' بچے کھا لیں گے' خود کھا لیں گے' تو کسی نے پوچھا تم بے وقوف ہو یہ باسی روٹی دگنی قیمت پر کون خریدے گا اس نے کہا یہ باسی نہیں ہے اس سے جسے آپ تازی کر رہے ہیں ان کی نسبت حضرت محمد ﷺ سے ایک دن کی قربت حاصل ہے یہ اس سے ایک دن قریب ہے عہد نبوی کے تمہیں باسی لگتی ہے تم نہ کھاؤ میں کھا لوں گا چودہ صدیوں بعد تین صدیاں

یہ ایک ایسی دوا تھی انوار وبرکات نبوی کہ جب پہنچی' جہاں پہنچی حقیقی انقلاب آ گیا

خیر القرون کی نکال دیں تو گیارہویں صدی کے اخر میں گیارہ سو سال بعد پھر یہ عجیب بات ہوئی ہے اس سے پہلے بھی مشائخ اویسیہ آتے رہے الانتباہ فی سلاسل اولیا اللہ میں شاہ ولی اللہ ؒ نے بہت سے سلاسل کا ذکر فرمایا یہ سارے نہیں ہیں بارہ چودہ جو میں نے گن دیے ہیں یہ تو سینکڑوں کی تعداد میں ہیں گنے نہیں جا سکتے بے شمار مشائخ بے شمار سلسلے بے شمار نسبتیں چلیں اور پھر وہ نسبت اویسیہ کے بارے لکھتے ہیں کہ یہ ایک عجیب چیز ہے یہ لوگ عجیب ہیں یہ جب روئے زمین سے غائب ہوتے ہیں تو صدیوں غائب رہتے ہیں اور ایسے غائب ہوتے ہیں جیسے بہتا ہوا دریا کسی ریتلے صحراء میں جذب ہو جاتا ہے اور آگے نظر نہیں آتا لیکن پھر کبھی جب یہ پھوٹ نکلتا ہے اور جہاں سے یہ ابھرتا ہے اس کا چشمہ تو پھر جل تھل کر دیتا ہے پھر ہر طرف اس کی بہار ہوتی ہے عجیب بات ہوئی کہ خیر القرون کے بعد گیارہ سو سال گزر گئے اور چودھویں صدی کے آخر پر اللہ جل شانہ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو یہ سعادت بخشی میں نے یہ بات بارہا کی ہے اس پر علمائے نے اعتراض بھی کیے ہیں اور مجھے خط بھی لکھے ہیں کہ آپ محض اپنے شیخ کی اس عقیدت میں یہ بات کہہ دیتے ہیں تو میں نے لکھا کہ آپ مجھے تاریخی اعتبار سے بتائیں کوئی اور ایسا بندہ تبع تابعین کے بعد ہوا ہے تو پھر کسی نے جواب نہیں دیا ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اللہ کریم نے پھر محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ کا ایک ایسا قاصد زمین پر کھڑا کر دیا کہ جس کے پاس آنے والا ہر بندہ درد دل لے کر لوٹا' مردوں کے سینے ذاکر ہو گئے' عورتوں کے دل روشن ہو گئے' بچوں کے دل روشن ہو گئے' بوڑھوں کے دل روشن ہو گئے' پڑھے لکھے لوگوں کے دل روشن ہو گئے' ان پڑھوں کے سینے منور ہو گئے' امراء نے فیض پایا' فقراء نے برکات حاصل کیں' اور یہ وہ سنت تھی' جو عہد نبوی میں تھی' عہد صحابہ میں تھی' تابعین کے زمانے میں تھی' تبع تابعین نے حاصل کیں' تبع تابعین سے اس طرح سے لوگ حاصل نہیں ہو سکے یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی اگر اس زمانے میں چور اور ڈاکو سدھر گئے اس زمانے میں بھی ہم چور اور ڈاکو ہی تھے یا اگر اس وقت عربوں کا سدھرنا معجزہ تھا تو اس عہد میں میرے جیسے لوگوں

کا سدھرنا بہت بڑی کرامت تھی اس عہد میں بھی لوگ بدل گئے لیکن جو زمانوں کی کم ہمتی اور بعد نبوی ہے اس کا اپنا اثر ہے یہ ماننا پڑے گا اس لئے کہ دیکھا یہ گیا ہے کم و بیش الحمدللہ مجھے نصف صدی ہوگئی یہ اس کا احسان ہے کہ میری زندگی کی نصف صدی اس میں' اللہ اللہ میں بیت گئی یہ اس کا احسان ہے یہ بڑا لمبا سفر ہے نصف صدی بڑا سفر ہے الحمدللہ اس نصف صدی میں' میں نے دیکھا کہ زمانے میں ایسی کمی آئی لوگ ایسے نا اہل ہو گئے عجیب بات ہے کہ خود حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانے میں لوگوں کے ساتھ حضرت نے جن کے ساتھ بڑی محنت کی اور برسوں محنت کی اور منازل علیا تک جن کو لے گئے عجیب بات ہے ان میں سے بھی خود رائی کا شکار ہو کر تباہ ہو گئے وہ جو زمانے میں کمی آئی' استعداد میں کمی آئی' اور لوگوں کی ہمتوں میں کمی آئی وہ اپنی جگہ اور حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا ۱۹۸۴ء میں وصال ہوا اب انیس سال چوراسی سمیت اور یہ تین کو ملائیں تو بیس سال ہو جاتے ہیں بیس سال سے میں بھی دیکھ رہا ہوں کہ عجیب بات ہے جن لوگوں کے ساتھ ہم نے تیس تیس سال محنت کی وہ پھر پلٹ کر وہاں زیرو (Zero) پر چلے جاتے ہیں کیا عجیب بات ہے میں سوچتا رہا کہ شاید یہ کمی ہم میں ہے ہم جو مشائخ کی مسند پہ بیٹھ گئے میرے جیسے لوگ جب شیخ بن بیٹھے پھر میں نے سوچا کہ یہ حادثہ تو حضرتؒ کو بھی پیش آیا۔

پھر مجھے واقعہ یاد آیا حضرتؒ سنایا کرتے تھے اور ممکن ہے جو اور ساتھی تشریف رکھتے ہیں کسی اور نے بھی سنا ہو فرماتے تھے ایک ڈاکو تھا بدمعاش تھا اور اس نے پولیس سے بچنے کا یہ طریقہ اختیار کر رکھا تھا کہ واردات کرنے کے بعد ایک صوفی کی محفل میں گھس جاتا اور وہاں صوفی بن کر بیٹھا رہتا تو وہاں بیٹھے بیٹھے اس نے لطائف اور مراقبات کے نام وغیرہ یاد کر لئے اللہ اللہ کی غرض سے نہیں وہ تو وہاں چھپ کر بیٹھا ہوتا تھا اسے اللہ اللہ سے مقصد نہیں تھا پھر آخر وارداتیں اتنی بڑھیں کہ اسے بھاگنا پڑا تو اس ریاست سے بھاگ کر کسی دوسری ریاست میں چلا گیا اور ایک جنگل میں جا کر دریا کنارے

منازل و مراقبات کے اعتبار سے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مقام تبع تابعینؒ کے بعد تمام صوفیوں میں بلند ہے اور مراقبات بہت اعلیٰ ہیں

وہاں جھونپڑی بنا کر تو وہ اپنا بہروپ بنا کر صوفیوں والا بیٹھ گیا۔ اب کچھ لوگ جو طالب تھے اس جگہ انہوں نے سمجھا کوئی اللہ کا بندہ آیا ہے' صوفی ہے' اس کے پاس جانا تو چاہئے اسے لطائف کے نام بھی آتے تھے مراقبات کے نام سالک المجذوبی تک اسے یاد تھے اس نے لوگوں کو لگا دیا چلو پہلا لطیفہ دوسرا لطیفہ مراقبات احدیت معیت اقربیت اس کے حلقہ ذکر میں آنے والے کئی لوگ سالک المجذوبی تک پہنچ گئے اور صاحب مشاہدہ بھی ہو گئے حضرت فرماتے تھے کہ ان لوگوں کو خیال آیا کہ یار ہم تو سالک المجذوبی تک ہیں الحمدللہ مشاہدات ہیں حضرت کے مراقبات دیکھنے چاہئیں حضرت کے مراقبات کہاں تک ہیں ان کے منازل کتنے ہیں وہ بڑی آنکھیں بند کرتے بڑی ٹکریں مارتے کچھ پلے نہ پڑتا کوئی چیز ہو تو سمجھ آئے ہم سے تو آگے ہیں یقیناً لیکن کچھ اندازہ تو ہو گا حضرت پر انوار کیسے آتے ہیں ان کے قلب پر انوارات کیسے آتے ہیں کچھ بھی نہیں تو پریشان ہو کر ایک دن انہوں نے بڑے ادب سے عرض کی کہ حضرت ہم نے پورا زور لگایا ہمیں آپ کے مراقبات کی سمجھ نہیں آئی آپ خود ہی فرما دیجئے تو وہ رو پڑا اس نے کہا دیکھو مجھے اللہ کے احسان کی سمجھ نہیں آتی وہ کتنا کریم ہے اور مجھے نبی اکرم ﷺ کے کرم کی سمجھ بھی نہیں آتی کہ وہ کتنی عظیم ہستی ہے اس نے کہا کہ میرے تو مراقبات کیا میرے تو لطائف بھی نہیں ہیں میں تو ایک ڈاکو اور چور ہوں اور بھاگا ہوا ہوں ریاست سے میں نے یہ ڈھونگ بنایا تھا اور میں نے سمجھا تھا کہ جھوٹ موٹ تمہیں لگائے رکھوں گا لیکن تمہاری طلب میں خلوص تھا برکات نبوی ﷺ تم تک وہاں سے پہنچ گئیں میرا اس میں کچھ بھی نہیں میں تو جیسا خالی تھا ویسا بیٹھا ہوں حضرت فرماتے تھے کہ ان سب نے گڑگڑا کر دعا کی کہ اے اللہ! جو بندہ ہمیں تیرے تک لایا ہے اسے محروم نہ رکھ اور اللہ نے اسے ایک آن واحد میں وہ سارے منازل عطا کر دیئے یہ واقعہ حضرت نے بارہا بیان فرمایا تو پھر میں اس جگہ پہنچا کہ یہ تو طلب پر ہے شاید مانگنے والے دل میں یھدی الیہ من ینیب جہاں درد ہوتا ہے وہاں دوا رکھتا ہوں جس دل میں میری طلب خلوص کے ساتھ ہوتی

ہے میں خود اسے اپنے تک لے آتا ہوں اس واقعہ میں اس آیت کریمہ کی تفسیر کتنی واضح ہو جاتی ہے پھر ہمیں ایک زمانہ دیکھ لے کمال ہوگئی ایسے ایسے لوگ جن کے بارے کبھی سوچا نہیں تھا وہ اللہ کی بڑائی بھول کر اپنی بڑائی کا شکار ہو گئے اب تو کسی پر اعتبار کرنے کو جی نہیں چاہتا اب تو دل یہ چاہتا ہے کہ اپنی نبھ جائے یہ بھی اللہ کا احسان ہے جو آئے اسے اللہ اللہ بتانا ذمہ داری ہے لیکن اتنے دھچکے لگے اعتماد کو عجیب زمانہ آ گیا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ کو کسی نے ایک عرضداشت بھیجی کہ حضور فلاں گناہ میں ملوث ہوں اور وہ مجھ سے چھوٹتا نہیں' غیبت کرتا ہوں' باز نہیں آتا' جہاں بیٹھا ہوں کسی کی غیبت کرتا ہوں کوئی گناہ اس نے لکھ دیا تو انہوں نے علاج تجویز فرمایا کہ اس پر وعظ کہا کرو اور تبلیغ کیا کرو اور اس کی برائیوں سے لوگوں کو آگاہ کیا کرو اور توبہ کی دعوت دیا کرو کوئی مانے یا نہ مانے تمہیں گناہ چھوڑنے کی توفیق مل جائے گی۔ تم سے چھوٹ جائے گی اب یہ کلیہ بھی ناکام ہو رہا ہے کتنے لوگ تبلیغ پر جاتے ہیں چلے لگاتے ہیں چار مہینے لگاتے ہیں سال لگا کر آتے ہیں بندہ پلٹ کر آتا ہے ویسے کا ویسا ہوتا ہے اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا نہ جھوٹ بولنے سے باز آتا ہے نہ کم تولنے سے باز آتا ہے جیسا گیا تھا اس سے بھی بگڑ کر آجاتا ہے ایک جو علمائے حق کا آزمودہ نسخہ تھا کہ تبلیغ سے توبہ۔ تبلیغ بھی یہاں ناکام رب جلیل نے فرمایا اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ عبادت الٰہی برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے اب عابد و زاہد بھی اسی راہ پر گزر رہے ہیں جس راہ پر بدکار گزر رہے ہیں لوگ نمازیں پڑھتے ہیں مساجد بھر جاتی ہیں لیکن کسی نمازی پر وہ دکان پر بیٹھا ہو کوئی اعتبار کرتا ہے کیا وہ سچ بولتا ہے؟ کچھ بھی نہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

حج ایک عبادت اللہ نے بتائی تھی کہ زندگی میں جس نے ایک بار کر لی حضور ﷺ فرماتے ہیں گویا وہ اس طرح ہو گیا جس طرح آج دنیا میں پیدا ہوا تمام گناہ اور برائیاں مٹ گئیں بھائی

اللہ کریم نے پھر محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ کا ایک ایسا قاصد زمین پر کھڑا کر دیا کہ جس کے پاس آنے والا ہر بندہ درد دل لے کر لوٹا

برائیاں مٹ جانے کا مطلب ہے کہ آئندہ نیکی کی توفیق لوگ حج بھی کر کے آتے ہیں ایسے آتے ہیں جیسے پکنک منا کر آ گئے۔ ڈھول باجے بجاتے ہوئے جاتے ہیں پٹاخے چلاتے ہوئے آجاتے ہیں ہار پہنائے جاتے ہیں ڈھول بجائے جاتے ہیں دعوتیں اڑائی جاتی ہیں جیسے کوئی بڑا قلعہ فتح کر کے آگئے اور شاید شکر کرنے کے بجائے تواضع انکساری کی بجائے ایک اور نمائش لگ جاتی ہے اور وہ جی حج پر جا رہے ہیں شادی سے زیادہ خرچ تو حج پر جانے والوں کو رخصت کرنے والوں کی روٹیوں پر لگ جاتا ہے جب وہ آتے ہیں پھر وہی حال ہے گاڑیوں کا جلوس ہے پھول لٹک رہے ہیں اور تماشا ہو رہا ہے اور بندہ پہلے سے بھی گیا گزرا ہو جاتا ہے یعنی حج بھی ایک تماشا بن گیا ہے عبادت نہ رہی۔ جو ایسا علاج تھا کہ جس سے مردے زندہ ہو جاتے تھے اب وہی دوا کھا کر لوگ مرنے لگ پڑے عجیب زمانہ آ گیا اور بعد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کی دوری نے اس زمانے کو محرومیوں سے بھر دیا ایک زمانہ تھا کہ دنیا کے کسی گوشے میں بیٹھا ہوا ظلم اور کفر مسلمانوں کی ہیبت سے لرزاں و ترساں رہتا تھا اور اب زمانہ آیا ہے کہ کافر مسلمانوں کا شکار کرتے ہیں شغل کے طور پر مارتے ہیں۔ جس طرح کوئی شکاری جنگلی جانوروں کو مارتا ہے کیوں مار رہے ہو بس شکار کا شوق ہے اس طرح جس طرح کاشتکار گیدڑوں کو مارتا ہے اس طرح کافر مسلمانوں کو تلاش کر کر کے' گھروں سے نکال نکال کر مار رہا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ جرات مسلم ربط محمد رسول اللہ ﷺ سے منحصر تھی رسومات رہ گئیں دلوں کے رابطے ٹوٹ گئے وہ نہ رہے نہ دعویٰ رہ گیا اندر اس میں حقیقت نہ رہی اور اس نے ہمیں رسوا کر دیا۔

اگر اس عہد کے ان لوگوں کا جن کے ساتھ بیس بیس تیس تیس برس ہم نے محنت کی ان کا یہ حال ہے تو پھر جنہوں نے کبھی کوئی درد دل کی بات بھی نہیں سنی ان کا کیا حال ہو گا وہ کہاں کھڑے ہوں گے ایک ساتھی ہیں ہمارے وہ ان کے معاملات ذرا عجیب ہوتے ہیں ایک میرے دوست تھے ہائی کورٹ کے جج صاحب ان کے

مکان میں رہتے تھے کرایہ پر چھوڑتے نہیں تھے کرایہ بھی نہیں دیتے تھے کوئی ایک دفعہ ان کا نوکر کتا لے کر گیا تو انہوں نے کتے کو گولی ماردی وہ جج صاحب بڑے ناراض ہو کر آئے اور مجھے کہنے لگے کہ یہ تو آپ کا ساتھی ہے یہ تو اللہ اللہ کرتا ہے اس نے میرا قیمتی کتا ماردیا میں نے کہا جج صاحب صاحب شکر کرو اللہ اللہ کرتا ہے اور آپ کے کتے کو گولی ماری اگر یہ ہمارے ساتھ اللہ اللہ بھی نہ کرتا ہوتا تو یہ گولی آپ کو مارتا یعنی لوگوں میں اتنا بگاڑ آ گیا ہے کہ اس سارے کے باوجود بھی میں نے کہا یہ اللہ اللہ کر کے اس کا یہ عالم ہے اگر اللہ اللہ نہ کرتا ہوتا تو پھر کیسا ہوتا ایک آدمی دوائی کھاتا ہے پھر بھی اس کا مرض بڑھ رہا ہے اگر وہ دوائی بھی چھوڑ دے تو کیا حال ہوگا۔

لیکن ایک بات حوصلہ دلاتی ہے ان لوگوں کو جو اپنی طلب میں خلوص پیدا کریں کیونکہ اس کا وعدہ ہے وَیَھدِی اِلَیہِ مَن یُنِیبُ جہاں درد ہوگا وہاں میں مرہم ضرور رکھوں گا جس دل میں میری طلب پیدا ہوگی اسے میں اپنے حصول کے راستے دکھا دوں گا۔

میرے بھائی سارے دنیا کو برا کہتے ہیں ہر بندہ دنیا پہ فدا ہے ہر بندہ دنیا کی برائی بیان کرتا ہے ہر بندہ دنیا پہ فدا ہے مولوی دنیا چاہتا ہے' پیر صاحب دنیا چاہتے ہیں' مرید جو وہاں دے کر آتا ہے وہ اگر دس روپے نذرانہ دیتا ہے تو دس لاکھ کی دعا کرا کے آتا ہے مجھے دس لاکھ۔ اس کی طرف بھی دنیا ہی ہے سارے چھوڑ چھوڑ کے مرے بھی جا رہے ہیں دنیا کی طلب نے عشق الٰہی کی جگہ لے لی دنیا کی طلب نے وصول برکات محمدی کی جگہ لے لی عشق محمدی کی جگہ لے لی یہ دنیا جس کے حصے میں ہے اسے ملنی ہے ہر حال میں کوئی شخص کسی دوسرے کے حصے کا ایک قطرہ پانی نہیں پی سکتا' ایک دانہ غلہ نہیں کھا سکتا۔ اعلی اَن اَلنَفسَ لَن تَمُوتَ حَتیٰ تَستَکمِل رِزقَھَا کوئی متنفس اس دنیا سے تب تک نہیں اٹھتا جب تک اپنا مقدر شدہ رزق کھا نہیں لیتا نہ کوئی چھوڑ کے جاتا ہے نہ دوسرے کا کھا سکتا ہے پھر بھی لوٹ مچی ہوئی ہے چھینا جھپٹی

ان سب نے گڑ گڑا کر دعا کی کہ اے اللہ جو بندہ ہمیں تیرے تک لایا ہے اسے محروم نہ رکھ اور اللہ نے اسے ایک آن میں وہ سارے منازل عطا کر دیئے۔

لگی ہوئی ہے' لوٹ لوٹ کر جمع کیے جا رہے ہیں اس کا پتہ نہیں کیا ہوگا' سیاست دان لوٹ رہا ہے' فوجی حکمران لوٹ رہا ہے' اور علماء تشریف لائے لوٹ رہے ہیں اساتذہ تنخواہیں لے رہے ہیں پڑھاتے نہیں دکاندار دس روپے کی چیز پچاس میں دیتا ہے کیا لوٹ مچ گئی اتنی ساری دنیا کو یہ سارے لوگ کیا کریں گے حج پر جاتے ہیں ارکان حج ادا ہوئے یا نہ ہوئے وہاں سے لائے کیا ہو کماں ہے خرید کر کیا لائے سونا کتنا لائے؟ کپڑا کتنا لے کر آئے؟ یہ سارا سودا چل رہا ہے وہ قادر ہے۔ ہر ظلمت میں ہمیشہ چراغ زندہ رکھتا ہے زمانے کی تاریکیوں کے مقابلے میں اس نے نسبت اویسیہ کی شمع روشن کر دی اپنی اپنی طلب اور اپنا اپنا نصیب ہے۔

میری گزارش بھی ہے اور میری دعا بھی ہے کہ اللہ آپ کو طلب صادق دے اپنی طلب کو خالص کیجئے کم از کم دنیا میں کسی سے نہ سہی بندہ اللہ اور اللہ کے رسول اللہ ﷺ سے تو کھرا رہے۔ خطا ہو جانا اور بات ہے نیت ہی خراب کر لینا یہ تو بالکل اور بات ہے بتقاضائے بشریت خطا ہو جانا انسانی خاصہ ہے خطا کو خطا سمجھے توبہ کرے اللہ سے معافی مانگے لیکن نیت ہی اللہ اللہ کو روپے بٹورنے کا ذریعہ بنا لے اللہ اللہ کو بھی دوسروں پر حکمرانی اور اپنی بڑائی جتانے کا ذریعے بنا لے یہ تو بہت بڑی زیادتی ہے اگر کسی کو کوئی خدمت عطا ہوتی ہے تو یہ اللہ کا احسان ہے اسے احساس ہونا چاہئے کہ میری ذمہ داری زیادہ ہے نہ یہ کہ وہ خود ہی خدا بن جائے۔ مزاجوں میں بگاڑ آ گیا ہے زمانے کو بہت زیادہ دوری مل گئی ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ سے اب ناؤ منجدھار میں ہے وہی بچیں گے جنہیں اللہ پہ بھروسہ ہوگا اور جو بے یقینی میں رہیں گے وہ مارے جائیں گے چونکہ اس بھنور سے اللہ کے علاوہ کوئی نہیں نکال سکتا سو میری گزارش ہے کہ اپنی طلب کو تو کھرا کیجئے یہ اپنا آپ تو اپنے بس میں ہے اپنی آرزو کو' اپنی تڑپ کو' اپنی تمنا کو تو کھرا کیجئے اللہ مالا مال کر دے گا اور دعا بھی ہے کہ اے اللہ سب کو طلب صادق عطا فرمائے اور اس کے عوض اپنی محبت' اپنا قرب' اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام ﷺ کا قرب عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین۔

یقیناً
اللہ کے ذکر میں ہے
دلوں کا اطمینان

منجانب

احمد دین

ٹیکسٹائل ملز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مینوفیکچررز آف PC یارن

ہیڈ آفس
پل کوریاں سمندری روڈ فیصل آباد
667571
667572

کثرتِ ذکر

صحرا کے دور افتادہ غیر معروف خیموں کے رہنے والے چند صحرائی جب اللہ کے نام پر جمع ہوئے تو دنیا نے وہ انقلاب دیکھا جس نے روئے زمین کی قوتوں کی تقدیریں بدل دیں اور بے شمار اقوام عالم کو مظالم سے، ناانصافیوں سے، برائیوں سے، نجات دلا کر، بتوں کے قدموں سے اٹھا کر، رب العالمین کے حضور کھڑا کر دیا۔ آدم خوری سے جان چھڑا کر، حلال کھانے والے لوگ بنا دیا بے حیائی سے بچا کر، اللہ کے باحیا بندے بنا دیے عدل وانصاف کو اس طرح عام کیا کہ کسی کافر کو بھی اگر انصاف نصیب ہوا تو ریاستِ اسلامی کے زیرِ سایہ نصیب ہوا ورنہ کفر میں انصاف کافر کو بھی نہ مل سکا۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ ضلع چکوال 6/12/02

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

التَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ۝ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ التوبہ

الحمدللہ آج کا دن بڑا مبارک ہے کہ ایک دن میں اللہ کریم نے دو خطبے جمع فرما دیے اور برکات کو دوچند فرما دیا ہمارے ہاں ہندوؤں سے میل جول کی وجہ سے ہندوؤں کی رسومات بہت زیادہ آ گئی ہیں اور میں ایک دن اخبار میں بھی دیکھ رہا تھا کہ دو خطبے حکومت پر بھاری پڑیں گے۔ بڑی عجیب بات ہے کہ اللہ کا نام زیادہ لیا جائے اور اللہ کی تعریف اور اُس کی تسبیح وتحمید زیادہ کی جائے تو یہ بڑے فائدے کی بات ہے اس سے نقصان ہاں ظلم کو، کفر کو، بُرائی کو، اس سے نقصان ہو سکتا ہے مومن کو، نیکی کو، انصاف کو، اور عدل کو نہیں۔ جب بھی حج کے موقع پر کبھی حج کا خطبہ اور جمعۃ المبارک کا خطبہ جمع ہو جاتا ہے تو اُسے حج اکبر کہا جاتا ہے اِس لئے کہ ایک دن میں دو خطبے جمع ہو گئے اور یہ عجیب بات ہے کہ ہمارے ہاں اگر عید پر خطبہ دوسرا خطبہ جمعہ ہو تو مناسب خیال نہیں کیا جاتا شاید یہ رسم ہم نے ہندوؤں سے لی ہے چونکہ وہ کثرت ذکر سے، اور اللہ کی عظمت سے، ہمیشہ خوفزدہ رہتے ہیں یہ اللہ کریم کا احسان ہے اور اسے باعث بخشش ومغفرت سمجھنا چاہیے۔

گیارہویں پارے میں سورۃ التوبہ کی یہ آیت کریمہ ہے ارشاد ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو توبہ کرتے ہیں توبہ کوئی لفظ نہیں ہے جو کہہ دیا جائے توبہ ایک عمل سے زیادہ ایک کیفیت ہے۔ اپنی خطاؤں کا، اپنی غلطیوں کا، اپنی کوتاہیوں کا، اعتراف کرتے ہوئے جو دل میں ندامت محسوس ہوتی ہے، اور اُن سے اللہ کی مغفرت کی طلب پیدا ہوتی ہے اور یہ ایک ارادہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کریم جو ہو چکا ہے وہ بخش دے اور آئندہ مجھے اس سے بچنے کی توفیق دے۔ میں ایسا نہیں کروں گا اس کیفیت کا نام توبہ ہے۔ تو توبہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ زبان سے بیشک کہے لیکن جو خطا ہو چکی ہے اُس پر احساس ندامت بھی ہو اور اُسے نہ دُہرانے کا عہد بھی ہو اور اللہ سے اُس کی مغفرت طلب کرے اور آئندہ اُس سے بچنے کی توفیق طلب کرے تو یہ حقیقی توبہ ہے۔ فرمایا۔

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ جب توبہ نصیب ہوتی ہے تو عبادت کی توفیق ارزاں ہو جاتی ہے ترتیب کتاب مجید میں توبہ کے بعد عابدین کا ذکر آیا ہے جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ اگر توبہ کی توفیق ارزاں ہوتی ہے اور توبہ قبول ہوتی ہے تو گناہ کی بجائے توفیق عبادت نصیب ہو جاتی ہے بُرائی کی جگہ نیکی کی توفیق ارزاں ہو جاتی ہے جیسے ارشاد ہے۔

اللّٰہ ولی الذین امنو یخرجھم من الظلمٰت الی النور۔ اہل ایمان کا اللہ دوست ہے جو انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔ انسان کا محاسبہ کرنا یہ اللہ کا حق ہے ہم جب اپنے آپ کو کسی کا محاسب قرار دے لیتے ہیں تو ہم یہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ کل جو بندہ ایسا تھا آج تو اسے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی مثال ہونا چاہیے یا کم ازکم خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ یا بایزید بسطامی کیوں نہیں بن گیا یا مولانا روم کیوں نہیں بن سکا ایسی بات

نہیں، نہیں پیتے جس کی اجازت ہے وہ پیتے ہیں کوئی کام جس کے کرنے کی اجازت نہیں ہے وہ چھوڑ دیتے ہیں اور جس کا کرنا شرعاً حلال ہے وہ کرتے ہیں تو گویا اُن کی زندگی ایک مسلسل رمضان کی مثال بن جاتی ہے وہ مستقل عمر بھر کے روزہ دار ہوتے ہیں۔ السّاجدون. اور اُن کی زندگی اس طرح بسر ہوتی ہے گویا ساری زندگی وہ سربسجود ہی رہے اور تسبیح پڑھتے رہے کہ اُن کے شب و روز سبحان ربی الاعلیٰ کہتے بسر ہوئے سجدہ کیا ہے؟ ایک کیفیت ہے جو تمام اعمال میں اللہ کریم سے انتہائی قرب کا اظہار ہے اپنے عجز کی انتہا کا اظہار ہے اُس کی کبریائی، اُس کی عظمت، اُس کی شان، اور اُس کی جلالت کا اظہار ہے تو گویا صرف عبادت میں ہی سجدہ نہیں ہے جن لوگوں کی اللہ توبہ قبول فرماتا ہے اُن کی زندگی مسلسل سجدہ بن جاتی ہے کہ وہ جو کام بھی کرتے ہیں اُس خلوص سے کرتے ہیں کہ میرا پروردگار میرے ساتھ ہے۔ میرے کام کو دیکھ رہا ہے۔ میری نیت کو جانتا ہے۔ میرے دل کے خلوص اور اُس کی گہرائی سے واقف ہے تو پوری زندگی ایک سجدہ بن جاتی ہے اگرچہ وہ دنیا کے سارے کام کرتے ہیں۔

الامرون بالمعروف. وہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں، جہاد کرتے ہیں، قتل کرتے ہیں، قتل ہوتے ہیں، شہید ہوتے ہیں، قربان ہوتے ہیں، زندگی کے سارے امور انجام دیتے ہیں۔ والنّاھون عن المنکر. اور بُرائی سے روکتے ہیں۔ نیکی کا حکم کرتے ہیں بُرائی سے روکتے ہیں اُس کے لئے بھرپور کوشش کرتے ہیں بھرپور زندگی انجام دیتے ہیں لیکن جو کیفیت قرب الٰہی اور حضور الٰہی کی انہیں نصیب ہوتی ہے اُس کی وجہ سے اُن کی زندگی کے یہ سارے کام ایک لمبے سجدے میں ڈھل جاتے ہیں کہ گویا وہ ہر آن اور ہر لحظہ سربسجود ہیں۔ والحٰفظون لحدود اللّٰہ. اللہ کی حدود کے پہرے دار بن جاتے ہیں۔ محافظ بن جاتے ہیں محافظ صرف وہ نہیں ہوتا جو خود حد شکنی نہ کرے محافظ وہ ہوتا ہے جو دوسروں کو بھی اُن حدود سے

گزرنے نہ دے ہم سمجھتے ہیں کہ فوج سرحدوں کی محافظ ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ فوج سرحد پار نہیں کرے گی اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دنیا کے کسی بھی شخص کو ناجائز طور پر سرحد پار کرنے نہیں دے گی نہ اندر سے باہر جانے دے گی نہ باہر سے اندر آنے دے گی تو فرمایا جنہیں اللہ توبہ کی توفیق ارزاں کرتا ہے اور اُن کی توبہ قبول ہوتی ہے تو وہ درجہ بدرجہ ان امور پر، ان عوامل پر، کاربند ہوتے چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ اُن کی زندگی ایک مسلسل روزہ بن جاتی ہے اُن کی زندگی ایک مسلسل سجدہ بن جاتی ہے اور وہ اتنا عظیم درجہ پاتے ہیں کہ حدود اللہ کے محافظ بن جاتے ہیں نہ صرف یہ کہ خود حد شکنی نہیں کرتے بلکہ دنیا میں بُرائی کو مٹانے اور نیکی کو پھیلانے کا فریضہ انجام دیتے ہیں اور اللہ کی حدود کے محافظ بن جاتے ہیں۔ فرمایا

و بشر المؤمنین. اے میرے نبی ﷺ ایسے ایمان والوں کو میری رضامندی کی خوش خبری سُنا دیجئے۔ تو ہمیں اپنی زندگیوں پر خود نظر کرنا چاہئے الحمدللہ رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ گزرا آج عید کا دن ہے یوم تشکر ہے اظہار شکر کا موقع ہے اور اس اظہار شکر پر پورا مہینہ توبہ کی قبولیت کا مہینہ تھا اور کم و بیش ہم سب اس سعادت سے بہرہ ور ہوئے کہ اللہ کی بارگاہ میں حاضری دیتے رہے اور توبہ کرتے رہے اور رجوع الی اللہ کیا تو اگر ہماری توبہ وقتی اور لمحاتی نہیں تھی، اگر ہماری توبہ محض زبانی نہیں، بلکہ دل کی گہرائی سے تھی تو اُسے شرف قبولیت ملے تو پھر اُس پر درجہ بدرجہ یہ مدارج مرتب ہونے چاہئیں کہ ہمیں توفیق عبادت ارزاں ہو جائے اور توفیق عبادت اس حد تک بڑھے کہ زبان ہمہ وقت ذکر الٰہی سے تر رہے دل ہمہ وقت ذکر الٰہی سے روشن رہے اور پھر اس سے بڑھے تو پوری زندگی کو رمضان بنا دے اور ممنوعات شرعیہ سے روک دے، حرام چیزوں سے روک دے، اور حلال چیزوں اور جائز کاموں کی توفیق عطا کرے پھر ہمارے کام کو جو محض اطاعت الٰہی کی حدود کے اندر ہوں جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے مطابق ہوں انہیں رکوع و سجود کا درجہ عطا کر دے یہ مدارج بتدریج نصیب ہونے چاہئیں اور پھر ہم نیکی کا حکم کرنے والے نیکی پھیلانے والے اور بُرائی سے

روکنے والے بن جائیں یہاں یاد رہے فرمایا۔
الامرون بالمعروف. نیکی کی درخواست نہیں کرتے نیکی کا حکم کرتے ہیں اور حکم دینے کے لئے قوت چاہئے مانگنے کے لئے درخواست کرنے کے لئے، گدا کرنے کے لئے، عرض کرنے کے لئے، قوت کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن یہاں نیکی کے لئے درخواست کرنے کا حکم نہیں ہے۔ الامرون بالمعروف۔ نیکی کا حکم کرتے ہیں یعنی زمین پر ایک ایسی قوت بن جاتے ہیں ایک ایسی طاقت بن جاتے ہیں کہ نیکی کا حکم کرسکتے ہیں اور بُرائی کو روک سکتے ہیں۔
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوران ہجرت جو دعا اللہ نے تعلیم فرمائی اور اب بھی قرآن کریم میں موجود ہے کہ ربِ اَدخلنی مُدخلَ صدقٍ وَّاَخرِجنِي مخرَجَ صدقٍ وَّ اجعل لی من لدُنک سلطاناً نصیراً ٥ کہ اے اللہ میرا جس جگہ پر داخلہ مقدر ہے وہ بھی حق پر ہو اور جس جگہ کو چھوڑنا پڑ رہا ہے اُس کا چھوڑنا بھی حق ہو اُس میں کوئی دنیاداری، کوئی ذاتی بات، کوئی ذاتی نفع نقصان نہیں بلکہ محض رضائے حق ہو۔ وَاجعل لی من لّدُنکَ سُلطٰناً نصیراً. اور مجھے اپنی طرف سے ایسی قوت عطا فرما جس کے ساتھ تیری امداد شامل ہو۔ نبی کریم ﷺ نے یہ قوت ذاتی شہرت یا ذاتی حکومت یا ذاتی اقتدار کے لئے طلب نہیں فرمائی۔ اَلاٰمِرُون بالمَعروفِ وَالنَّاھُونَ عَنِ المنکر. نیکی کا حکم کرنے کے لئے اور برائی کو مٹانے کے لئے طلب فرمائی چنانچہ اس دعا کے صدقے میں مدینہ منورہ میں ریاست اسلامی کا ظہور ہوا اور صحرا کے دور افتادہ غیر معروف خیموں کے رہنے والے چند صحرائی جب اللہ کے نام پر جمع ہو گئے تو دنیا نے وہ انقلاب دیکھا جس نے روئے زمین کی قوموں کی تقدیریں بدل دیں اور بے شمار اقوامِ عالم کو مظالم سے، ناانصافیوں سے، برائیوں سے، نجات دلا کر بتوں کے قدموں سے اٹھا کر، رب العالمین کے حضور کھڑا کر دیا۔ آدم خوری سے جان چھڑا

> محافظ صرف وہ نہیں ہوتا جو خود حد شکنی نہ کرے محافظ وہ ہوتا ہے جو دوسروں کو بھی ان حدود سے گزرنے نہ دے۔

کر، حلال کھانے والے لوگ بنا دیا بے حیائی سے بچا کر، اللہ کے باحیا بندے بنا دیے عدل وانصاف کو اس طرح عام کیا کہ کسی کافر کو بھی اگر انصاف نصیب ہوا تو ریاست اسلامی کے زیر سایہ نصیب ہوا ورنہ کفر میں انصاف کافر کو بھی نہ مل سکا۔ تو ایسی قوت کے حصول کا حکم دیا جا رہا ہے کہ یعنی تائب جب رجوع الی اللہ کرتے ہیں تو متحد ہو کر ایک ایسی قوت بن جاتے ہیں کہ نیکی کا حکم کرسکتے ہیں۔ والنّاھُونَ عَنِ المنکر۔ اور بُرائی کے سامنے دیوار بن جاتے ہیں۔ والحٰفِظُونَ لحدود اللہ. اللہ کی حدود کے پہرے دار اور محافظ بن جاتے ہیں جو حدیں اللہ نے مقرر کی ہیں اُن کو کوئی توڑنے کی جرات نہیں کرتا۔ وَ بَشِر المُومِنینَ۔ اے میرے حبیب ﷺ ایسے ایمان والے لوگوں کو میری رضامندی کی خوشخبری اُسی دنیا میں سُنا دیجئے کسی کا حساب تو روزِ حشر ہوگا کسی سے جواب طلبی منکر نکیر قبر میں کریں گے، کسی کو میدان حشر کے عدل کے ترازو پہ لایا جائے گا، پرکھا جائے گا، دیکھا جائے گا، لیکن میرے یہ بندے جو گناہ کی، ذلت کی، زندگی چھوڑ کر یہ نہیں کہ پارسا پیدا ہوتے ہیں، اور پیدائشی ولی ہوتے ہیں، ایسی کوئی بات نہیں، خطا کی زندگی چھوڑ کر میری بارگاہ میں آتے ہیں اور اِس خلوص سے آتے ہیں کہ پھر میری عبادت کی توفیق ارزاں ہو جاتی ہے پھر میرے ذکر کی توفیق ارزاں ہو جاتی ہے پھر زندگی مثل رمضان بن جاتی ہے کہ سدا کے روزہ دار ہیں پھر زندگی کا ہر کام عبادت بن جاتا ہے۔ رکوع وجود بن جاتا ہے ایسے لوگ جب جمع ہوتے ہیں تو ایک ایسی طاقت بنتے ہیں جو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بُرائی کے سامنے دیوار بن جاتے ہیں ظلم کو روک دیتے ہیں، عدل وانصاف کو عام کر دیتے ہیں اور میری حدود کے محافظ بن جاتے ہیں میرے حبیب ﷺ انہیں آج ہی بتا دیجئے کہ جس میں یہ اوصاف ہیں اللہ اُس سے راضی ہے اُسے نہ موت کا ڈر ہے، نہ برزخ کا خطرہ ہے اور نہ قیامت کی فکر ہے ہوتا ہے جو ہوتا رہے اُس پر اللہ کی رضا کا دامن چھایا ہوا ہے۔ اللہ کریم ہماری ان رمضان کی ادنیٰ کوششوں کو شرف قبولیت بخشے اور ہماری توبہ کو شرف قبولیت سے نوازے اور اپنے بندوں میں شامل ہونے کی توفیق ارزاں فرمائے۔ آمین

مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْر

تحریر۔ محمد اسلام بٹ
گوجرانوالہ

یہ 1986ء کا واقعہ ہے کہ میں فوج کی طرف سے ابوظہبی میں تعینات تھا کہ ایک دن میرے ایک دوست محمد یوسف چوہدری نے مجھے کہا کہ آج ہمارے شیخ پاکستان سے ابوظہبی تشریف لا رہے ہیں تو انہیں ایئرپورٹ سے لینے کیلئے جانا ہے۔ تو میں گاڑی لے کر ان کیساتھ ہو گیا اور ہم ایئرپورٹ گئے اور حضرت شیخ المکرم کو ایئرپورٹ پر خوش آمدید کہا اور آپ کو ساتھ لے کر مرکز ذکر میں پہنچے وہاں میں اُس دن تو حضرت کے پاس زیادہ وقت نہ گزار سکا۔

دوسرے روز پھر جب مرکز میں پہنچے تو جب ظاہری بیعت حضرت فرمانے لگے تو میں بھی بے ساختہ طور پر بیعت ہونے والے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھ گیا اور بیعت ہو گیا اور یہ سب کام لاشعوری طور پر ہوا۔ کیونکہ مجھے اپنے آپ کی کچھ سمجھ تک نہ آ رہی تھی کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے جو ہوا منجانب خدا ہوا۔ اس کے بعد میں نے باقاعدگی سے مرکز ذکر میں آنا شروع کر دیا اور ایک دن میں جب ذکر کر رہا تھا تو شیطان نے دل میں وسوسہ ڈالا ہے کہ یار تو نے کیا کام شروع کر دیا کل تک تو لوگوں کا مذاق اڑاتا تھا اور آج خود ذکر شروع کر دیا ہے یہ بھی کوئی ذکر کا طریقہ ہے۔ لیکن اللہ کا کرم ہوا فوراً دوسری سوچ نے جنم لیا کہ اس میں کیا غلط بات ہے کہ میں اللہ کا نام لے رہا ہوں لوگ جو کہتے ہیں کہتے رہیں۔ بہرحال کام چلتا رہا۔ جو کچھ ہوا جو کچھ ہو رہا ہے یہ سب اللہ کے فضل سے ہو رہا ہے اس میں میرا ذاتی کوئی کمال نہیں۔

بیعت کے بعد اس دن سے شیخ المکرم

ہم سب ساتھی غار حرا پہنچے بڑے ذوق شوق سے غار حرا میں بیٹھ کر اپنے دلوں کو انوارات وکیفیات سے سیراب کیا

کی ذات سے ایسی والہانہ عقیدت پیدا ہوئی کہ آپ کے خلاف ذرا بھر بھی کوئی بات قابل برداشت نہیں ہوتی۔ اور اس کی ایک مثال عرض ہے کہ ذکر شروع کئے چند ہی دن ہوئے تھے کہ مرکز ذکر میں پہنچا تو چوہدری محمد یوسف کے ساتھ ایک آدمی حضرت کے بارے ماضی کی باتیں کر رہا تھا کہ حضرت ایسے آدمی ہیں جب میں نے یہ کلمات سنے تو برداشت نہ کر سکا اور اسے کہا کہ حضرت میرے شیخ ہیں میں اُن کے خلاف کوئی بات نہیں سن سکتا تو اب اس کے بعد اگر تم نے کوئی بات حضرت جیؒ کی شان کے خلاف کی تو میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اتنی بات سن کر وہ خاموش ہو گیا اور وہاں سے چلا گیا تو میں نے پرانے ساتھیوں سے کہا کہ آئندہ یہ آدمی مرکز میں نہیں آنا چاہئے ورنہ اس کے نتائج خطرناک ہونگے۔

بہرحال اس کے بعد ذکر پابندی سے ہوتا رہا اور تبلیغی کام بھی شروع کر دیا اور متحدہ عرب امارات میں جہاں سے کسی ساتھی کا فون آتا تو ہم اُس جگہ پہنچ جاتے اور بڑے انہماک کے ساتھ دعوت وتبلیغ کا کام کرتے رہے پھر ۱۹۸۷ء میں شیخ المکرم عمرہ کے لئے ابوظہبی تشریف لائے تو ہم نے حضرت کے ساتھ سفر کی سعادت حاصل کی اور خیال تھا کہ وہاں مسجد نبویؐ میں ہی روحانی بیعت ہو جائے گی لیکن سفر زیادہ ہونے کی وجہ سے ہم ذرا دیر سے پہنچے تو روحانی بیعت مسجد نبویؐ میں نہ ہو سکی لیکن پھر حضرت شیخ المکرم مدظلہ ابوظہبی مرکز ذکر میں تشریف لائے تو وہاں پر میری روحانی بیعت ہوئی اس کے بعد دعوت وتبلیغ کا کام صاحب مجاز کی معیت میں

جاری وساری رہا اور چوبیس گھنٹوں میں تقریباً تین گھنٹے نیند رہ گئی تھی باقی سارا وقت ذکر اذکار اور دعوت وتبلیغ میں گزرتا تھا اس کے ساتھ فوج جیسی ملازمت جس میں وقت کی پابندی بہت لازمی ہوتی ہے جاری وساری تھی کیونکہ شیخ المکرم کے یہ الفاظ ہمیشہ کانوں میں گونجتے رہتے کہ صوفی کو ہر کام میں نمبرون ہونا چاہیے۔ اگر کسی کی انگلی کام کی طرف اٹھے تو وہ کہنے پر مجبور ہو جائے کہ یہ کام میں سب سے بہتر ہے اگر معاشرے میں انگلی اٹھے تو وہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ یہ معاشرہ میں اعلیٰ اوصاف کا حامل ہے۔

شیخ المکرم ۱۹۸۸ء میں پھر جب ابوظہبی تشریف لائے تو ہم چند ساتھی شیخ المکرم کے کمرے میں بیٹھے تھے کہ حضرت شفقت فرماتے ہوئے کہنے لگے کہ بٹ صاحب آج آپ کو سالک المجذوبی نہ کرا دیں تو میں نے رونا شروع کر دیا اور عرض کی کہ حضرت یہ سب چیزیں آپ کی شفقت کا ثمرہ ہیں۔

اس کے بعد ایک دفعہ حضرت شیخ المکرم کے ساتھ چترال کے دورہ پر جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں پروگرام کے مطابق پہنچے تو رات کے ذکر سے پہلے حضرت نے فرمایا کہ بٹ صاحب ذرا خیال رکھنا اور پھر ذکر شروع ہو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک صالح محمد نامی آدمی جو چترال کے رہنے والے تھے پہلی دفعہ حضرت کے ساتھ بیٹھ کر ذکر کر رہے تھے میرے ساتھ ساتھ لطائف سے لیکر دوبار نبوی تک گئے۔ ذکر کے بعد میں بڑا حیران تھا کہ میں نے آج تک پڑھا نہ سنا تھا کہ کسی شیخ نے ایک ہی توجہ سے لطائف سے لیکر آدمی کو دربار نبوی میں پہنچا دیا ہو۔ یہ حضرت المکرم کی خصوصیات میں سے ہے اور حضرت عموماً فرمایا کرتے ہیں کہ اللہ کا مجھ پر یہ کرم ہے کہ میں ایک توجہ سے بندہ کے وجود کے ذرہ ذرہ کو ذاکر کر سکتا ہوں۔

اللہ کے فضل سے مجھے تین دفعہ نبی مکرم کی زیارت ہوئی ہے۔ جب پہلی دفعہ نبی مکرم کی زیارت ہوئی تو اُس کا واقعہ یوں ہے کہ ہم ایک

> **میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ جو ہوا منجانب خدا ہوا۔ اس کے بعد میں نے باقاعدگی سے مرکز ذکر میں آنا جانا شروع کر دیا**

دفعہ ابوظہبی کی جماعت عمرہ پر گئے اور جدہ میں حضرت ہم سے پہلے عمرہ کیلئے پہنچے ہوئے تھے۔ تو ہم آپ کے ساتھ ہولئے۔ پھر پاکستان سے آئے ہوئے چند ساتھیوں نے عرض کی کہ ہمارے ساتھ یا تو خود تشریف لے چلیں یا کوئی صاحب حال ساتھی بھیجیں کہ ہم مختلف مقامات کی زیارتیں کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے جناب نعیم صاحب کو ہمارے ساتھ بھیجا۔ پہلے ہم نبی اکرمؐ کے خانہ اقدس کی زیارت کیلئے گئے اور وہاں سے ہوتے ہوئے مسجد جن پہنچے وہاں پر دوگانہ ادا کر کے جنت المعلیٰ کی طرف جانے کا قصد کیا تو اچانک کیفیات کا نزول شروع ہوا اور جسم کانپنا شروع ہو گیا اور دیکھتا ہوں کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اپنے پُرنور گھر میں سفید لباس میں ملبوس نوکرانیوں سے فرما رہی ہیں کہ وہ آرہے ہیں جلدی کرو اس منظر کو دیکھتے ہی بے ساختہ رونے لگا اور جسم حسب معمول کانپ رہا تھا اور یہ کیفیت کچھ وقت تک رہی پھر اس کے بعد اکیلے میں نعیم صاحب سے بات کی تو انہوں نے دلاسہ دیا اور رہنمائی کی اور پھر چلتے چلتے جنت المعلیٰ پہنچے مختلف مزارات انوارات کی زیارت سے مشرف ہوئے دوسرے دن غار حرا پر جانے کا پروگرام بنا تو ہم سب ساتھی غار حرا پہنچے بڑے ذوق شوق سے غار حرا میں بیٹھ کر اپنے دلوں کو انوارات وکیفیات سے سیراب کیا وہاں پر جب میں اندر بیٹھا ہوا تھا تو اچانک کیفیات کا نزول شروع ہوا اور دیکھتا ہوں کہ نبی مکرمؐ غار میں تشریف فرما ہیں اور باہر سامنے کی طرف ایک نور ہی نور آسمان تک چھوتا ہوا کھڑا ہے اور نبی کی نگاہ مبارک اس کی طرف پڑی اور پہلی وحی کا سماں بندھ گیا اور میں بے ساختہ روتا رہا اور سب ساتھیوں کو ان کیفیات سے مطلع کیا تو وہ بھی رونے لگے اور عجیب کیفیات ہم سب پر وارد ہوئیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام ساتھیوں کو نبیؐ کی زیارت نصیب فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆

کلامِ شیخ

اے بادِ صبا گر گزرو تم اس شہر کے روشن رستوں سے
ان روشن روشن گلیوں سے جہاں بستا ہے محبوب میرا

جہاں رات بھی دن ہو جاتی ہے واں تاریکی کا گزر نہیں
تیری بھی تو وہی منزل ہے جہاں بستا ہے محبوب میرا

انہیں دیکھنا میری آنکھوں سے، وہاں میرا دل قربان کرنا
در چومنا میرے ہی لب سے وہاں بستا ہے محبوب میرا

لے جاؤ محبت بھی ساری، سب عشق کے نغمے بھی لے جا
لٹوا دے سارے اس در پہ جہاں بستا ہے محبوب میرا

میری ہوش کو اپنے ساتھ لے جا میرے دل کی دھڑکن لیتی جا
اسی در پہ اسے پھیلا دینا جہاں بستا ہے محبوب میرا

یہ دھڑکن حالت کہہ دے گی جو آج ہے ان کی اُمت کی
وہاں میں تو لب نہیں کھولوں گا جہاں بستا ہے محبوب میرا

یہ حال بھی ان سے کہہ دینا جو وطن میں دیکھا ہے تُو نے
شاید وہ کرے اک نظرِ کرم، کر سکتا ہے محبوب میرا

شاید وہ جذبِ دروں دے دے شاید ہو دردِ دل بھی عطا
اللہ کو پانے کا جذبہ دے سکتا ہے محبوب میرا

یہ ساماں گر لے آئے تو پھر دیکھ صبا کیا ہوتا ہے
پھر اپنے چمن کو خوشبو سے بھر سکتا ہے محبوب میرا

یہاں بدلیں سب حالات بھی ہم یہاں بدلیں دن بھی رات بھی ہم
پھر روشن نور کی قندیلیں کر سکتا ہے محبوب میرا

قانون ہوں رخصت کافر کے اسلام کا جھنڈا گاڑیں ہم
کر گزریں جان پہ کھیل کے ہم مل سکتا ہے محبوب میرا

اس گلشن میں جو پھول کھلے لپٹا ہو درود اس کے اندر
دل دھڑکن نام سے اللہ کے اور تکتا ہو محبوب میرا

اس راہ پہ موت ہی آجائے سیماب خدا کا شکر کرے
یہ موت وہاں لے جائے گی جہاں بستا ہے محبوب میرا

سالکین کے نام کھلا خط

سلسلہ عالیہ کی اندرونی صورتحال پر جناب حمید اللہ صاحب نے ایک خواب دیکھا۔ اور اس کا حضرت شیخ المکرم مدظلہ سے اظہار کیا۔ اور ساتھ ہی انہوں نے حضرت مولانا اللہ یار خاںؒ کا ایک خط ارسال کیا۔ جو آپؒ نے ۷۰ء کی دہائی میں آپ کے نام جماعت کے معاملات کے متعلق لکھا۔ ان دونوں خطوط کو قارئین کے استفادہ کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔

از نوشکی

۱۸ مارچ ۲۰۰۳ء

محترم المکرم جناب شیخ صاحب بعافیت باشد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کرنل مطلوب کا خط ملا ہے پڑھ کر بہت بہت پریشان ہوا۔ عجیب خط تھا۔ اس میں ایک گمنام خط کا اور حضرت جی رحمۃ اللہ کا وصیت نامہ اور اپنی طرف سے ایک خط شامل تھا۔

پھر رات کو میں نے ایک عجیب خواب دیکھا کہ آپ اور میں ایک بڑے صحن میں داخل ہوئے آپ نے وضو کرنا تھا اس صحن میں تین کتے تھے۔ یہ تینوں کتوں نے آپ پر حملہ کیا۔ آپ نے مارنے کیلئے ہاتھ اوپر کیا۔ ان میں دو چھوٹے کتے تھے وہ بھاگ گئے اور ایک بڑا کتا نہیں بھاگا وہ حملہ کرتا رہا آپ وضو کیلئے بیٹھ گئے تو بڑا کتا دوبارہ حملہ آور ہوا اور بائیں طرف کان پر! مگر اس دوران درمیان میں ایک سیاہ رنگ کی بلی نکلی اور چیخ ماری تو بڑا کتا بھاگ گیا۔ اسکی گردن میں ایک لمبی رسی باندھی ہوئی تھی۔

دوسرے دن میں نے ناظم بھائی کو فون کیا۔ پھر انہوں نے مجھے سب حالات بتائے۔ اللہ کے فضل وکرم سے میری پریشانی ختم ہوئی۔ اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ منافقوں اور شیطانوں سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

کل مجھے ۹ تاریخ کی ویڈیو کیسٹ ملی اس میں آپ کا خطاب سن کر دل کو تسلی ہوئی۔

جناب شیخ المکرم صاحب ہمارے لئے خصوصی دعا کرنا اللہ تعالیٰ ہمیں ان چھوٹے آدمیوں سے پناہ دے۔ آمین

حضرت جیؒ کا ایک پرانہ خط ارسال خدمت ہے حضرت جیؒ نے ہمیں لکھا تھا کہ مطلوب سے تمام جماعت سخت نالاں ہے ان کو کوئی چندہ وغیرہ نہ دیں۔ مطلوب نہ آپ کا بھائی ہے نہ شیخ' اس پر کاربند رہنا ورنہ نقصان ہوگا۔ براہ مہربانی کر کے کچھ نقش کی سخت ضرورت ہے ارسال کریں۔ شکریہ! احباب کی جانب سے آپ کو سلام

والسلام

آپ کا خادم ناچیز
حمید اللہ نوشکی ضلع چاغی

حضرت مولانا اللہ یار خانؒ کا جناب حمید اللہ صاحب کے نام خط

از چکڑالہ

۷۸۶

ناچیز اللہ یار خانؒ

عزیزم حمید اللہ صاحب

السلام علیکم!

گرامی نامہ ملا۔ حال سے انکشاف ہوا۔ گزارش ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ کرنل مطلوب صاحب کو مرکز کیلئے کوئی رقم دیتے ہیں یا نہیں۔ اگر دیتے ہیں تو بالکل بند کردو اور آئندہ کوئی رقم ان کو نہ بھیجیں۔ اپنے پاس رکھنا، جو چندہ کرو جمع کرتے رہو۔ کسی کو نہ دینا، کرنل صاحب اگر مطالبہ کریں تو ان کو کوئی جواب نہ دیں۔ اس بار منارہ امور اور لنگر مخدوم تقرر پر جو ان سے کارروائی کی اس سے تمام جماعت سخت نالاں ہے۔ لہٰذا کرنل صاحب کو نہ جواب دینا نہ ہی رقم ارسال کرنا۔ خیال رہے وہ آپ کے بھائی نہیں، نہ شیخ۔ اس پر کاربند رہیں۔ جو میں نے لکھ دیا ہے۔ ورنہ نقصان ہوگا۔

تمام جماعت کو السلام علیکم۔ نماز، ذکر کی پابندی کرنا۔ اتباع شریعت اور سنت رسول اکرم ﷺ پر پورا پورا گامزن رہنا، دل جان سے عمل کرنا۔

فقط

اللہ یار خاں

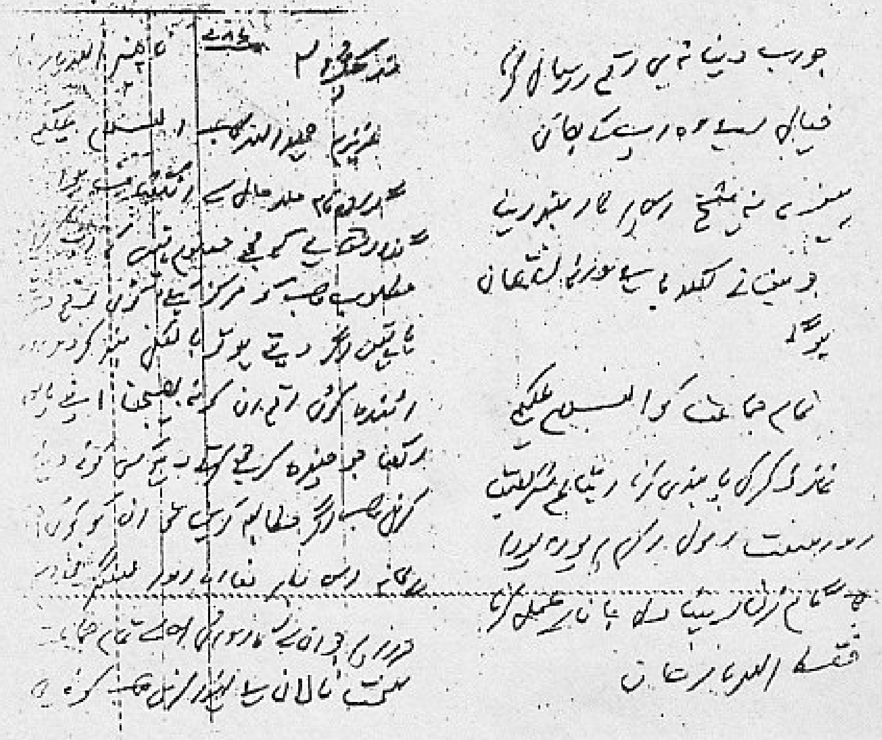

عکس خط مولانا اللہ یار خانؒ

ہوئے خالی دامن تکبر کے مارے

چلے میرے ہمراہ گر تُو منارے
کہ بستے جہاں پر ہیں عرفان کے دھارے

واں اکرم مدظلہ سے ماہر کھویا کے ہاتھوں
لگے کشتیِ شوق تیری کنارے

حوادث ہیں بے بس مقابل پہ جس کے
کہ اس نے دیئے موڑ طوفاں کے دھارے

بسے گا ترے دل میں یوں اللہ اللہ
کہ نکلیں گے "ھُو" کے بدن سے شرارے

ہے شیطان نے اب کے عجب کھیل کھیلا
ملے ہیں ہمیں اس دفعہ یہ اشارے

کہ جن سے ہمیں بہت ہی حُسنِ ظن تھا
ہوئے خالی دامن تکبر کے مارے

بھلا کیسے مقبول ہوں وہ خُدا کے
ہوں مطلوب جن کو مناصب کے لارے

کہ سجدے سبھی ان کے جائیں اکارت
رواں ہوں جو خُوں میں "انا" کے حرارے

نہیں ہے کوئی اس سے بچنے کی صُورت
کہ گودے گا جو کوئی چڑھ کے منارے

چلا جس پہ جب بھی ہے شیطاں کا جادُو
تو آئے نظر اُس کو دن میں بھی تارے

کٹے شیخ سے تو ہے ایمان زد میں
سُنا ہے میں نے تصوف کے بارے

دلِ شیخ سے تُو اویسی جُڑا رہ
تا اِینکہ تُو اگلے جہاں کو سدھارے

☆☆.........انجینئر عبدالرزاق اویسی ٹوبہ

نہیں ہوتی یہ بھی ایک اچھی بات ہے کہ کسی کا سفر بُرائی سے نیکی کی طرف شروع ہو جائے ایک بندہ دن میں دس خطائیں کرتا تھا اُس کا گراف نو پر آ گیا کوئی ایک بُرائی چھوٹ جائے تو یہ بھی اللہ کی رحمت کا ایک اندازہ ہے کہ یخرجھم من الظلمٰت الی النور ۔ کہ انہیں ظلمت سے نور کی طرف، تاریکی سے روشنی کی طرف، لاتا ہے اور توبہ کی قبولیت کی دلیل یہ ہے کہ بندے کو توفیق عبادت نصیب ہو جاتی ہے۔

اَلحامِدُون ۔ اور پھر وہ ہر وقت اللہ کی تعریف اور حمد و ثناء سے اپنی زبان کو تر رکھتا ہے اللہ کی یاد سے دل کو آباد رکھتا ہے۔

السّآئحون ۔ پھر وہ زندگی بھر روزہ دار ہو جاتا ہے سآئحون سے مراد روزہ رکھنے والے ہیں لیکن یہ مراد لینا کہ صرف رمضان کے روزے رکھنے والے یہ اس کے مفہوم کو کم کر دے گا پوری زندگی رمضان بن جاتی ہے۔ رمضان المبارک میں کیا ہوتا ہے کہ جو چیز جب منع ہے وہ نہیں کھانی جب جس کے کھانے کی اجازت ہے وہ کھانی ہے اس طرح اعمال کا روزہ ہوتا ہے زبان کا روزہ ہوتا ہے، کانوں کا روزہ ہوتا ہے، آنکھوں کا روزہ ہوتا ہے غیر پسندیدہ چیز دیکھی نہ جائے غیر پسندیدہ بات سُنی نہ جائے غیر پسندیدہ کلام زبان پہ نہ لایا جائے۔

بلکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ روزے سے اگر تجھے کوئی دوسرا بُرا بھلا بھی کہے، گالی بھی دے، تو اُسے جواب میں کہیے کہ میرا روزہ ہے۔ میں گالی نہیں دے سکتا۔ تو جب توبہ قبول ہوتی ہے تو توفیق عبادت نصیب ہوتی ہے اللہ کی حمد و ثنا کرنے کی توفیق ہوتی ہے اور ایک کیفیت نصیب ہو جاتی ہے کہ زندگی رمضان میں ڈھل جاتی ہے یعنی رمضان بھی تو ایک مکمل ضابطہ ہے کہ سونے جاگنے سے لیکر کھانے پینے تک، اور تعلقات سے لیکر معاملات تک ہم اپنی پسند چھوڑ کر محض اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکام کی پیروی کرتے ہیں تو اگر کسی کو زندگی بھر کے لئے یہ

> **جب توبہ قبول ہوتی ہے تو توفیق عبادت نصیب ہوتی ہے اللہ کی حمد وثناء کرنے کی توفیق ملتی ہے اور ایک کفیت نصیب ہو جاتی ہے۔**

سعادت نصیب ہو جائے کہ وہ ہر کام میں سنت نبوی ﷺ کا اتباع کرے ہر کام میں اللہ کی اطاعت اختیار کر لے تو فرمایا وہ روزہ دار ہو جاتا ہے۔

السّاجدون ۔ اُس کی زندگی بھی ایک مسلسل سجدہ بن جاتی ہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیھم اجمعین کا ذکر کرتے ہوئے قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

محمد رسول اللہ ۔ والذین معہ اشدآء علی الکفار رحمآء بینھم رکعا سجدا ۔ کہ اے مخاطب تو انہیں جب بھی دیکھے گا۔ رکوع و سجود میں دیکھے گا۔ حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیھم اجمعین نے ہجرت فرمائی سفر کیے گھر بنائے، بال بچے تھے، کھیتی باڑی کرتے تھے، تجارت کرتے تھے، جہاد کئے، دنیا میں تبلیغ کی، اسلام کو پھیلایا، اور زندگی کا ہر کام بطریق احسن انجام دیا۔ سیاست کرنا سکھایا انسانوں کو عدالت کا سبق دیا۔ حکومت کے انداز بتائے، یہ سارا کام وہ کرتے تھے لیکن قرآن حکیم فرماتا ہے کہ جب بھی تو انہیں دیکھے گا تو وہ اللہ کی عبادت میں ہوں گے۔ تراھم رکعا سجدا تو جب بھی انہیں دیکھے گا وہ رکوع میں ہوں گے یا سجدے میں ہوں گے اس سے مراد یہی ہے کہ اُن کا ہر کام اُس خلوص اور قرب الٰہی کی اُس کیفیت کو ساتھ رکھ کر وہ کرتے تھے جیسے رکوع میں یا سجدے میں کوئی تصور کرتا ہے یہ یقین کرتا ہے کہ میں اللہ کے روبرو ہوں رکوع اور سجود کا انداز یہ ہے کہ حدیث جبرائیل علیہ السلام میں ارشاد ہوتا ہے۔ ان تعبداللہ کانک تراہ ۔ اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اپنی آنکھوں سے اللہ کو روبرو دیکھ رہا ہے اور اُس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہے۔ فان لم تکن تراہ فانہ یراک ۔ اور اگر تو نہیں دیکھ رہا تو یہ پختہ یقین رکھ کہ وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے اور اگر یہ حال بھی نہیں ہے تو پھر محض ورزش رہ جاتی ہے عبادت نہیں رہتی۔ فرمایا وہ لوگ جو توبہ کرتے ہیں اور خلوص سے کرتے ہیں اور جب اُن کی توبہ قبول ہوتی ہے تو انہیں توبہ کی توفیق ارزاں ہو جاتی ہے اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہیں اُن کی پوری زندگی رمضان کی مثال بن جاتی ہے وہ روزہ رکھنے والے ہوتے ہیں کہ ممنوع جو چیز ہے وہ نہیں کھاتے اور جو حلال ہے جس کی اجازت ہے وہ کھاتے ہیں جس کے پینے کی اجازت

تصوف کیا ھے ؟

لغت کے اعتبار سے تصوف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا رشتہ چاہے صفا سے جا ملے، اس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیّت پر ہے اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصولِ رضائے الٰہی ہے۔ قرآن وحدیث کے مطالعے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور آثار صحابہؓ سے اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے۔

تصوف کیا نھیں ؟

تصوف کے لئے نہ کشف وکرامات شرط ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے نہ قبروں پر سجدہ کرنے، نہ ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے نہ اولیا اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف والہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد وتواجد اور رقص وسرور کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔

(اقتباس دلائل السلوک)

مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ